سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق عورتوں کے لئے دلچسپ سلسلہ کا تیسرا نمبر

لعبت ز دستکاران محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سلک مروارید

مستورات کی تعلیم کیلئے

حصہ سوم

جسکو خاکسار

شیخ یعقوب علی تراب

احمدی ایڈیٹر الحکم نے عورتوں

کے فائدہ کیلئے تالیف کرکے مطبع

ضیاء الاسلام پریس

قادیان دارالامان میں چھپوا کر شائع کیا

بار اول تعداد ۸۰۰ قیمت علاوہ محصول ڈاک ۴؍

ستمبر ۱۹۱۵

عرض حال

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین ؛

اما بعد

کئی سال ہوئے۔ کہ میں نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایماء اور منشاء کو ملحوظ رکھ کر **سلک مروارید** یا موتیوں کی لڑی نام ایک مختصر سا رسالہ مستورات کے فائدہ کیلئے شائع کیا تھا۔ اور میں نہایت خوشی سے ظاہر کرتا ہوں۔ کہ اس رسالہ کو عام طور پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت میں مفید تسلیم کیا گیا۔ اور اکثر احباب مجھ کو اس سلسلہ کے جاری رکھنے کی طرف متوجہ کرتے رہے لیکن میں اب تک اس کے تیسرے حصہ کو قوم کے سامنے پیش نہ کر سکا۔ اسے میں اپنی مصروفیت خیال کروں یا سستی۔ لیکن اب توفیق مل جانے پر میں اس قابل ہو گیا ہوں۔ کہ تیسرا حصہ قوم کے سامنے پیش کر سکوں۔ اگر یہ حصہ بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور مفید ثابت ہُوا۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ اور کیا عجب فرصت اور موقعہ ملنے پر میں اس سلسلہ پر کچھ اور لکھ سکوں ؛

میں جانتا ہوں کہ یہ رسالہ بطریق کہانی لکھا گیا ہے۔ لیکن اس کہانی کے ذریعہ اسلام کی عظمت اور سلسلہ عالیہ کی صداقت کو دکھایا گیا ہے۔ اگر ہمارے گھروں میں بیہودہ اور بے معنی کہانیوں کی بجائے ایسی مفید کہانیوں کا سلسلہ جاری کیا جاوے۔ تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہمارے بچے اس سے پہلے کہ مدرسہ میں داخل ہوں۔ بہت سی باتوں سے باخبر ہو جائیں ؛ اس رسالہ کے ذریعہ سے مخالفین مذہب کے ساتھ گفتگو کرنے کا طریق بھی سکھانا مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اس میں بیہودہ گوئی اور جذبات کو اپیل کرنے والے نظارے (جو آجکل کے لٹریچر کا جزو اعظم قرار دیئے گئے ہیں) نہیں ہیں ممکن ہے یہ رسالہ پھیکا نظر آوے مگر مجھے بحمد اللہ یقین ہے۔ کہ نیکدل اور خدا ترس لوگ اس کو پسند کریں گے۔ خدا کرے کہ جس غرض کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ وہ اس سے پوری ہو۔ آمین

احقر الناس **یعقوب علی** (تراب) احمدی
ایڈیٹر الحکم۔ قادیان۔ دار الامان

دفتر الحکم قادیان
ستمبر ۱۹۱۵ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

میری عزت تمہارے ہاتھ ہے!

اَے دل تجھے ہم منع کیا کرتے تھے افسوس
کیا فاش کیا راز شوریدہ سری نے

ہمارے ناظرین بھول نہ گئے ہوں گے۔ کہ سکینہ ایک عیسائی عورت امرتسر سے سہارنپور تک سلیمہ خاتون کے ہم سفر تھی۔ اور سہارنپور پہنچکر سکینہ نے سلیمہ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ پھر وہی سکینہ ایک پادری کی بیوی جولیا کو ساتھ لیکر سلیمہ خاتون سے ملنے آئی۔ اور باتوں ہی باتوں میں مذہبی گفتگو کا کچھ ایسا سلسلہ شروع ہوا۔ کہ سکینہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ سلیمہ کے گھر میں تو اس نے کچھ ظاہر نہ کیا۔ مگر جب وہ مشن کمپونڈ کو واپس گئی۔ تو اس نے اپنی رفیق جولیا سے یوں سلسلہ کلام شروع کیا۔

سکینہ۔ بہن جولیا! سلیمہ خاتون نے جو باتیں آج سنائی ہیں۔ انہوں نے تو مجھے عیسائی مذہب کے متعلق شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ کیوں کچھ تمہیں بھی تردد ہوا یا نہیں؟

جولیا۔ خداوند مسیح تم پر رحم کرے۔ تمہیں شیطان آزماتا ہے۔ دعا سے کام لو۔ تا کہ تمہارا قدم نہ ڈگمگائے۔ اور میرا ایمان تو ایسا قوی ہے۔ کہ وہ ان لغویات سے جنبش نہیں کھا سکتا میں رُوح پاک کے انوار دیکھ چکی ہوں۔

سکینہ۔ ہاں بہن! میں بھی سمجھتی ہوں۔ کہ اس وقت شیطان مجھے آزماتا ہے۔ اور

قبول حق سے روکنے کی تجویزیں کرتا ہے۔ اگر تم بُرا نہ مناؤ۔ تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہ کہیں وہ شیطانی رُوح تم ہی میں تو نہیں آگئی۔ تم خواہ مجھے بیدین ہی کہدو۔ مگر میں اب یہ کہنے سے نہیں رُک سکتی۔ کہ جب تمہارے خداوند خدا کو شیطان آزماتا رہا۔ تو اگر وہ مجھے آزمائے۔ تو کیا عجب، پاک رُوح کا اگر تم پر نزول ہوتا۔ تو ان معرفت کی باتوں پر تم غور کرتیں ؛

جولیا۔ سکینہ! تمہیں کیا ہو گیا۔ اگر کمپونڈ میں تمہاری اس قسم کی باتوں کا چرچا ہونے لگا۔ تو تم پر پادری صاحب کا عتاب ہوگا۔ تمہارا وظیفہ کم ہو جائیگا۔ اور کچھ تعجب نہیں۔ کہ تمہاری میاں کو بھی نقصان پہنچے۔ دیکھو تم کیسی آرام کی زندگی بسر کرتی ہو۔ نہ کھانے کا فکر نہ کمانیکا دھندا مشن سے تمہیں اور تمہارے میاں کو معقول وظیفہ ملتا ہے۔ اور تم موج اڑاتے ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد جب وہ یہاں سے پاس ہو جائیں گے۔ تو ان کی تنخواہ میں بھی اضافہ ہو جائیگا۔ پھر تو تم گویا بادشاہت کروگی۔ کیوں سچ ہے نہ؟

سکینہ۔ اَے خدا! تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال۔ اب تو مجھے یقین ہو رہا ہے۔ کہ جس طرح پر شیطان نے مسیح کو آزمایا۔ اور دنیا کی سلطنت اُس کے سامنے رکھی۔ اسی طرح پر میرے سامنے اس فانی دنیا کی شان و شوکت بہن جولیا رکھ رہی ہے۔ اور مجھے سبز باغ دکھاتی ہے کیوں جولیا! سچ سچ کہو۔ کیا میرا یہ واقع مسیح کے اس واقع سے نہیں ملتا؟

جولیا۔ اب تم مجھ کو کھلم کھلا شیطان کہنے لگی ہو۔ بہتر ہے۔ تم مجھ سے معافی مانگو۔ ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا؛

جولیا کا خیال تھا۔ کہ میری یہ دھمکی سکینہ پر اثر کئے بغیر نہ رہیگی۔ مگر وہ سخت حیران ہوئی جب اُس نے دیکھا۔ کہ سکینہ نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ بلکہ بڑی جرأت سے جوابدیا؛

سکینہ۔ میں معافی کس بات کی مانگوں۔ اگر تم مجھے حق کہنے سے روکتی ہو۔ تو تم ہی بتاؤ۔ کہ یہ شیطانی حرکت ہے یا نہیں۔ ہاں تمہارا یہ حق ہو سکتا ہے۔ کہ عیسائی مذہب کے متعلق جو شبہات مجھے پیدا ہو گئے ہیں۔ انہیں رفع کردو۔ اور اس کے متعلق بات چیت کرو۔ مگر مجھے لالچ دینا یا دھمکانا یہ کبھی مفید نہیں ہوگا میں اسبات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتی۔ کہ تم پادری صاحب یا مس صاحب سے کہو۔ کہ سکینہ عیسائی مذہب کے متعلق شبہات پیش کرتی ہے۔ بلکہ اگر تم اسبات کو بیان کروگی۔ تو پادری صاحب اور مس صاحبان کو

تم ہی پر بدظنی ہوگی۔ کہ اس سے جواب نہ بن آیا۔ اور ایک عیسائی لڑکی کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی ۔
جولیا کو سکینہ کی تقریر سن کر ہوش آگئی۔ اور وہ حیران سی ہو کر اس کا منہ دیکھنے لگی۔ اسے اندیشہ ہُوا۔ کہ اگر فی الواقعہ مس صاحب تک یہ بات پہنچی۔ تو سارا وبال مجھ ہی پر پڑیگا۔ اس لئے اُس نے جھٹ پہلو بدل کر کہا۔ کہ

جولیا۔ سکینہ تم تو ناحق لڑتی ہو۔ اور ایسی باتیں منہ سے نکالتی ہو۔ جنکا کبھی وہم بھی نہیں ہے میں نے تو اخلاقی طور پر تمہیں سمجھایا۔ اور یہ میرا حق ہے۔ کیونکہ میں عمر اور تجربہ میں تم سے بڑی ہوں تمہارا فرض ہے کہ بڑوں کی عزت اور ادب کرو۔ زبان درازی کب مناسب ہے۔ اگر تم اپنے اخلاقی فرض کو نہیں سمجھتی ہو۔ تو اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ تم مجھے جو چاہو۔ کہو۔ میں تو مسیحی اخلاق کے نمونہ پر ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کو تیار ہوں۔ اور تم یقیناً یاد رکھو۔ کہ میں تمہارے اس راز کو کسی سے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ نہ اس خوف سے کہ اس کا الزام مجھ پر آئیگا۔ بلکہ تم ہی پر رحم کر کے کہ کیا یہ خداوند کے فضل سے بعید ہے۔ کہ وہ تمہیں ایک نیا دل عطا کرے ۔
سکینہ نے جب جولیا کو پہلو بدلتے ہوئے دیکھا۔ تو نہایت نرمی سے کہا۔ کہ

سکینہ۔ آپ سچ فرماتی ہیں۔ میرا اگر قصور ہے۔ تو آپ معاف کریں۔ میں ضد سے خداوند کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔ مگر کیا کروں۔ دل سے آواز آتی ہے۔ کہ سکینہ خبردار! فریب نہ کھا۔ اور اندھیرے سے نکل اور روشنی میں آ! اب تم ہی بتاؤ۔ کہ میں کیا کروں۔ اور کدھر جاؤں ۔

جولیا۔ گھبراؤ نہیں۔ میں اور تم علیحدگی میں اس مضمون پر گفتگو کریں گی۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا۔ تمہارے شکوک رفع کر دیئے جائیں گے۔ خداوند ہماری مدد کریگا۔ ہاں میں تم سے یہ اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں کسی سے اس کا ذکر نہ کروں گی۔ اور تم بھی خاموش رہو ۔

اسی گفتگو میں وہ مشن کمپونڈ میں پہنچ گئیں۔ جولیا کو خیال ہو رہا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ یہ گفتگو ظاہر ہو جاوے۔ تو شرمندگی اٹھانی پڑیگی۔ اس لئے جولیا نے سکینہ کو کہا۔ کہ آپ میرے ہی مکان پر چلیں۔ اور تھوڑی دیر سستا کر اور چائے پی کر اپنے گھر چلی جانا۔ سکینہ جولیا کے ہمراہ اس کے کمرہ میں چلی گئی۔ جولیا نے حد سے زیادہ اُس کی آؤ بھگت کی۔ اور فوراً لپٹن کی چاء کا ڈبہ نکال کر خادمہ کو کہا۔ کہ چائے تیار کر کے لاؤ۔ اور وہ ملائی کے بسکٹ اور عمدہ سی مٹھائی سکینہ بیگم

کے لئے لاؤ۔

باورچی خانہ میں تو چائے تیار ہونے لگی۔ جولیا اور سکینہ کا سلسلہ کلام بدستور جاری رہا۔

جولیا۔ بہن سکینہ! ہمیں دعا سے کام لینا چاہئے۔ خدا کے پاک بندوں پر بڑے بڑے آزمائش کے موقعے آتے ہیں۔ عیسائی مذہب کی جو خوبیاں ہیں۔ وہ تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خدا محبت ہے اس کا علم عیسائی مذہب کے سوا اور کسی مذہب میں آ نہیں سکتا۔ اگر خدا ہم جیسے گنہگاروں کی دستگیری نہ کرے۔ تو ہمارے لئے تو ابدی جہنم ہے۔ جہاں ہمیشہ دانت پیسنا ہوگا۔

سکینہ۔ آپ سچ کہتی ہیں۔ دعا بڑی عمدہ چیز ہے۔ اسی کی برکت سے مسیح نے نجات پائی۔ اور اگر ہم تم دعاؤں سے کام لیں۔ تو کیا عجب ہمیں بھی نجات مل جاوے۔

جولیا۔ بہن دیکھا! تم پھر کفر بولنے لگیں۔ مسیح تو خود نجات دہندہ ہے۔ اُس نے نجات کہاں پائی۔ وہ تو نجات کا چشمہ اور ابدی راحت کا مالک ہے۔

سکینہ۔ بہن! میں کیا کروں۔ میرا دل نہیں مانتا۔ اور اندر ہی اندر کچھ مسیحی مذہب سے بیزاری ہوتی جاتی ہے۔

جولیا۔ گھبرانا نہیں چاہئے۔ خداوند تمہاری مدد کریگا۔ اور پاک روح تمہارے ساتھ ہوگی۔

سکینہ۔ آمین۔

جولیا۔ آؤ! دعا مانگیں۔

سکینہ۔ بہتر ہے۔ مگر میں دعا مانگتی ہوں۔ تم آمین کہو۔

جولیا۔ اچھا۔

دونوں نے گھٹنے ٹیکے۔ اور سکینہ نے آنکھیں بند کرکے یوں دعا شروع کی۔

اے ہمارے رب! جو ہمارے جسموں کی پرورش کرتا ہے۔ اور ہماری جسمانی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ تو ہماری روحوں کا بھی رب ہے۔ ہماری روحانی بہتری کی راہ ہم پر کھولدے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے۔ یعنی فرشتے جسطرح پر تیری تقدیس اور تیری بزرگی بیان کرتے ہیں۔ ہر آن وہ سبوح سبوح کہتے ہیں۔ اسی طرح اے باپ! ہم پر اپنا فضل کر۔ کہ ہم تیری بادشاہت میں سچے دل سے داخل ہوکر تیری تقدیس کریں۔ اور تجھے بے ہمتا خدا یقین کریں۔ اے زمین و آسمان

کے مالک! ہم ایک بیابان میں جا رہے ہیں۔ جہاں راستہ کا پتہ نہیں ملتا۔ اور تاریکی نے ہماری آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ تو ہماری آنکھیں کھول اور آسمان سے ایک نور ہمارے دلوں پر نازل کر جو ہمیں امن کے شہر میں لیجانیوالا ہو۔ ربّ الافواج! تو اپنے فرشتوں کے لشکر کو ہماری حفاظت کے لئے بھیج۔ جو ہمیں شیطان اور اسکی مسلح فوج سے بچائے۔

تو جانتا ہے۔ کہ میرے دل میں ایک گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ اس بات کے ماننے سے مضائقہ کرتا ہے کہ نجات کے لئے تجھے خونخوار باپ قرار دیا جاوے۔ ہاں! میرا دل کانپ جاتا اور میرا سینہ دھڑکتا ہے کہ میں تیری ذات میں کسی اور کو تیرا شریک قرار دوں۔ مگر میری دائیں بائیں آگے پیچھے جو لوگ رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نجات کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ تیرا اکلوتا بیٹا یسوع مسیح ہمارے بدلے پھانسی پر مؤا۔ اور لعنتی ہوا۔ صرف اس پر ایمان کافی ہے۔ بخشدے اب خداوند خدا کہ میری زبان الفاظ کے دہرانے سے ڈرتی اور میرا دل کانپتا ہے۔ کہ تیرا کوئی بیٹا ہو۔ اور تو اپنے فضل کی بجائے ایک خونی کی طرح اپنے اُسی اکلوتے بیٹے کی جان لے۔ تاکہ دنیا کے گناہ بخشے جاویں۔ یہ ذریعہ نجات کا تیری طرف سے نہیں ہو سکتا۔ میں اس جملے کے دہرانے کے پاپ سے تیرے حضور معافی مانگتی ہوں۔ تو میرے گناہ بخش۔ اور ہم پر اپنا فضل کر۔ اور وہ راستہ دکھادے۔ جس پر تیرے مسیح نے چلکر وہ درجہ اور عزت پائی۔ ہاں جس پر موسیٰ اور دوسرے راستباز چلتے رہے۔ اور تُو نے اُن کو اپنے کلام کا شرف عطا کیا۔ اسلام اگر تیرا ہی دین ہے۔ اور تُو نے ہی نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم) کو بھیجا۔ اور وہ صادق اور راستباز ہے۔ تو میرے دل میں اُس کی اطاعت کے لئے محبت اور جوش ڈال دے۔ اور دُشمنوں کے منصوبوں اور شرارتوں سے مجھے بچا۔ میرے دل کو قوی کر۔ اور ابتلاؤں سے مجھے نکال۔ آمین!

سکینہ جوں جوں یہ دعا کرتی جاتی تھی۔ جولیا کے دل میں گھبراہٹ اور بےچینی بڑھ رہی تھی۔ اور اُسے اندیشہ ہو رہا تھا۔ کہ کوئی آنہ جاوے۔ اُس نے دعا میں بولنا تو مناسب نہ سمجھا۔ مگر اندر ہی اندر وہ یقین کرتی جاتی تھی۔ کہ اب سکینہ اس کمپونڈ میں نہیں رہ سکتی۔ بہر حال جوں توں وہ دُعا ختم

ہوئی۔ اور پھر جولیا نے مناسب سمجھا۔ کہ سلسلہ کلام بدل دیا جاوے۔ اور سکینہ کے جدید خیالات کے متعلق تحریک کرنے والی کوئی بات نہ ہو۔ اس لئے اس نے پہلو بدل کر کہا:-

جولیا۔ تمہاری شادی کو تو عرصہ ہوگیا۔ مگر تمہارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی:-

سکینہ۔ یہ باتیں خدا ہی کے فضل پر موقوف ہیں۔ اور بہن سچ تو یہ ہے۔ کہ اولاد بھی نیک ہی ہو۔ تو اچھی ہوتی ہے۔ حضرت ذکریا اور الیسابتھ نے جس قسم کی اولاد کی خواہش کی تھی ایسی اولاد ہو۔ تو وہ برکت کا باعث بنتی ہے:-

جولیا۔ ہاں سچ تو ہے۔ اچھا خداوند تمہارے نیک خیال کے موافق تمہیں اچھی سی اولاد دے:-

سکینہ۔ اچھا بہن جولیا! ایک بات تو بتاؤ۔ اگر مس صاحب آپ سے آج کی گفتگو کے متعلق دریافت کریں۔ تو تم کیا کہو گی؟

جولیا۔ اوہ! یہ کیا مشکل بات ہے۔ بس ان سے تو اتنا ہی کہدینا ہے۔ کہ وہاں گئے تھے سکینہ اُن سے ملیں۔ اور سکینہ نے خداوند کا کلام سُنایا۔ اور چلی آئیں:-

سکینہ۔ کیا بالکل ہی جھوٹ بنا کر کہدو گی؟

جولیا۔ اسمیں جھوٹ کی کیا بات ہے۔ بلکہ یہ تو دانائی اور مصلحت کی بات ہی ہمیں کیا ضرورت کہ سلیمہ کے ساتھ مباحثہ کا ذکر کریں۔ ایسی باتوں سے مشنری لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا۔ کہ وہ تمہیں پھر بھی سلیمہ سے ملنے کی اجازت دیدیں گی۔ میں نے تمہارے فائدہ کی بات کی ہے:-

سکینہ۔ بھلا اسمیں کیا حرج ہے کہ اگر ان کو صاف صاف ساری گفتگو سنا دی جاوے اور جو شبہات عیسائی مذہب کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو کھول کر بیان کیا جاوے تاکہ معلوم ہو کہ وہ اسکا کیا جواب دیتی ہیں:-

جولیا۔ نہیں میری یہ رائے نہیں۔ تمہیں جو شکوک پیدا ہوں۔ وہ بطور خود کبھی پوچھ لینا۔ اس مباحثہ کا ذکر ہرگز مناسب نہیں۔ اتنے میں چائے آئی۔ اور دونوں نے بڑے شوق سے پی۔ چائے پی چکنے کے بعد سکینہ نے اجازت مانگی۔ اور جولیا نے نہایت خوشامدانہ لہجہ میں کہا۔ کہ دیکھو سکینہ میری عزت تمہارے ہاتھ ہے!

دوسرا باب

مجلس شوریٰ

ہمہ کارش ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

مولوی مقہور الدین کو سلیمہ کے ساتھ مباحثہ کرنے میں جو ذلت اٹھانی پڑی۔ وہ ایسی نہ تھی۔ کہ وہ اسے محسوس نہ کرتے۔ اس لئے انہوں نے بیماری کا بہانہ کر کے چند روز کے لئے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ نادان انسان ایک بدی اختیار کرتا ہے۔ کہ شائد اس سے فائدہ ہو۔ مگر اسی رنگ میں اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ جس طرح پر ایک متکبر آدمی اکڑ کر چلتا تو اس لئے ہے۔ کہ لوگ اس کو معزز سمجھیں۔ اور اس کا احترام کریں۔ مگر برخلاف اس کے وہ نظروں سے گر جاتا ہے۔ اور لوگ اسے حقیر اور ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔ اسی طرح پر ایک جھوٹ بولنے والا تو چاہتا ہے۔ کہ اسکا اعتبار جم جائے۔ مگر وہ اتنا ہی بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ مولوی مقہور الدین نے سوچا تو یہ تھا۔ کہ اس بہانہ سازی سے کچھ ندامت دور ہو جاوے گی۔ اور کچھ لوگ اس بات کو بھول جاویں گے۔ مگر نتیجہ خلاف امید ہوا۔ لوگوں کو یونہی یہ معلوم ہوا۔ کہ مولوی فاضل صاحب بیمار ہیں۔ تو جس نے سنا یہی کہا کہ میاں بیماری کیا ہوگی۔ ایک عورت کے مقابلہ میں شکست کھائی۔ اور شکست بھی بھرے مجمع میں۔ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اس واسطے منہ چھپا لیا۔ ہمیں تو اندیشہ ہے۔ کہ کچھ کھا کر نہ سو رہیں غرض ہر طرف یہی چرچا تھا۔ اور جو جس کے منہ آتا تھا۔ کہتا تھا ؛

ایک۔ کیوں صاحب! بس اسی فضیلت پر ناز تھا۔ ایک عورت نے ناطقہ بند کر دیا ؛

دوسرا۔ ابجی اسی قسم کے مولویوں ہی نے تو دین کو ڈبو دیا۔ یہ اپنے مطلب کی تو جھٹ نکال لیتے ہیں۔ جہاں ذرا مقابلہ پیش آیا۔ اور یہ بھاگے ؛

تیسرا۔ بھئی اور تو جو کچھ بھی ہو۔ مگر یہ تو خدا لگتی کہیں گے۔ کہ ان مولویوں کے پاس کفر کا جو ہتھیار ہوتا ہے۔ سلیمہ نے اس کو تو کند کر دیا ؛

چوتھا۔ اجی ابھی تم نے دیکھا کیا ہے۔ بڑے معرکہ کا مباحثہ ہوگا۔ علماء کی یہ شان ہے کہ وہ عورتوں سے مباحثے کرتے پھریں۔ قادیانی عقیدہ کے علماء کو آنا پڑیگا۔ تب حقیقت معلوم ہوگی۔ ہمارے مولوی مظہر العجائب صاحب نے تو کل مسجد میں بڑے جوش سے وعظ کیا ہے۔ اور ایک آگ لگا دی ہے ؛

پانچواں۔ ان مولویوں کو آگ ہی لگانی آتی ہے یا کچھ اور بھی ؛

چوتھا۔ دیکھو جی زبان سنبھال کر بولو۔ یہ نائب رسول ہیں۔ انبیاء کے وارث ہیں۔ ان کی شان میں گستاخی کرنی اچھی نہیں ہوتی۔ ان کی جوتی کو اگر جوتڑی کہدیا جاوے۔ تو بڑا گناہ ہوتا ہے۔ ہوش کر کے بولو۔ اگر یہ لوگ نہ ہوں۔ تو آج دین تباہ ہو جاوے۔ یہ تو دین کے ستون ہیں ؛

پانچواں۔ ہاں آپ نے سچ فرمایا۔ کیوں بھائی مولانا حالی نے جن دین کے ستونوں کا اپنی مسدس میں کیا ہے۔ کیا وہ یہی لوگ نہیں۔ سنو۔ وہ کیا کہتے ہیں ؛

بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی ۔۔۔ جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی ۔۔۔ مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ ۔۔۔ یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ
کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے ۔۔۔ تو گردن پہ بار گراں لے کے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اس میں لائے ۔۔۔ تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اس کی نکلا زباں سے ۔۔۔ تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے
کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے ۔۔۔ کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بتاتے ۔۔۔ کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے
ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں کے ۔۔۔ نمونہ ہیں خلق رسولؐ امیں کے

چوتھا۔ اپنی حالی موالی کو گھر لیجاؤ۔ ہم ایسی ویسی باتیں نہیں سن سکتے تم کچھ چھپے ہوئے نیچری معلوم ہوتے ہو۔

پانچواں۔ اجی جناب آپ اتنے خفا نہ ہوں۔ علماء دین کی تو ہم عزت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مگر وہ علماء دین ہوں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

علماءِ ربانی وہ ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے ہوں۔ وہ حق کہنے میں دلیر ہوں۔ کسی کا لحاظ نہ کریں۔ اور حق و باطل کو ملائیں نہیں مومن کو کافر بنانے میں جلدی نہ کریں۔ اُن کے اعمال و اقوال خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے ارشاد اور اُس کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کے موافق ہوں۔ ایسے لوگوں پہ ہمارا جان و مال قربان۔ مگر جو حالت ان علماء کی آج ہو گئی ہے۔ بھائی تم مناؤ یا اچھا اس سے تو خدا کی پناہ ہی مانگو ؛

چوتھا۔ صاحب! تم نے مولوی مظہر العجائب کا وعظ نہیں سنا۔ اگر ایک مرتبہ سُن لو۔ تو بس فنا فی اللہ ہو جاؤ ؛

پانچواں۔ میاں! تم پھر بُرا مناؤ گے۔ یہ تو وعظ کیا ہُوا۔ اچھا خاصہ وہی نقشہ ہُوا جو کسی نے کہا تھا۔ یا مظہر العجائب ہاتھی معہ ہودہ غائب ؛

یہ کہنا تھا۔ کہ مجمع میں ایک فرمائشی قہقہہ لگا۔ اور اس پر وہ شخص جو مولوی مظہر العجائب کا معتقد تھا۔ بڑبڑاتا ہُوا مجمع سے نکل گیا۔ غرض یہ حالت ہو رہی تھی۔ کہ جہاں چار آدمی جمع ہوتے یہی ذکر اور یہی مشغلہ تھا۔ وہ شخص یہاں سے جوش میں بھرا ہُوا مولوی مظہر العجائب صاحب کے پاس پہنچا۔ بعد میں معلوم ہُوا۔ کہ یہ بزرگ بھی کچھ ابتدائی کتابیں پڑھے ہوئے تھے۔ اور مولوی مظہر العجائب صاحب کی پارٹی کے ایک سرگرم ممبر تھے۔ ان کا نام مولوی مجاہد حسین تھا۔ آؤ سُنیں۔ کہ وہ باہم کیا گفتگو کر رہے ہیں ؛

مجاہد حسین۔ مولانا غضب ہو گیا۔ شہر بگڑ رہا ہے۔ اگرچہ آپ کی تقریر نے لوگوں پر بڑا اثر ڈالا ہے مگر سچی بات یہ ہے۔ کہ یہ فتنہ بڑھنے لگا۔ نوجوانوں کی طبیعتیں پلٹا کھا رہی ہیں۔ اور علماء کی نسبت انہیں سوءِ ظن ہو رہا ہے۔ پہلے ہی وہ علماء کا ادب و احترام نہ کرتے تھے۔ مگر اب تو ہنسی اُڑاتے ہیں۔ واللہ باللہ ثم تاللہ! میں وہ الفاظ استعمال نہیں کر سکتا۔ جو ابھی حضور کی شان میں ایک نوجوان کے منہ سے سُنے۔ میں اگر تنہا نہ ہوتا۔ تو جنگ ہو جاتا ؛

مظہر العجائب۔ مولوی صاحب! آپ کو معلوم نہیں۔ بیدینی کا زور ہو گیا۔ اب تو لوگ دہریہ ہو رہے ہیں۔ یہ تو علماء و شکر اللہ سعیہم کی کوشش اور برکت ہے۔ کہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ورنہ دہریہ ہو جائیں یا عیسائی ؛

مجاہد حسین ۔ حضرت اس فتنہ کا تو انسداد کرنا چاہئے ۔ دہریہ ہو جانا یا عیسائی ہو جانا اچھا ۔ مگر یہ تو منظور نہیں ۔ کہ قادیانی بن جاویں ॰

مظہر العجائب ۔ ابھی مقہور الدین نے غلطی کھائی ۔ وہ ہم سے مشورہ کرتا ۔ تو ہم اس کو ایسی راہ بتاتے ۔ کہ بس فیصلہ ہی ہو جاتا ۔ اور کیا مجال تھی ۔ جو وہ عورت بول سکتی ۔ یہ تو اس کی ناتجربہ کاری اور نادانی نے نقصان پہنچایا ۔ اچھا ہوا ۔ جو ذلیل ہوا ۔ بڑھ بڑھ کر باتیں بنایا کرتا تھا ۔

مجاہد حسین ۔ مولانا ۔ اس کا تو جو ہوا سو ہوا ۔ مگر لوگوں کو تو ٹھوکر لگی ۔ للہ اسکا کوئی انسداد کریں اور وعظوں سے اب کچھ نہ بنیگا ۔ جب تک اس لڑکی کا منہ بند نہ کیا جاوے ۔ مولوی سلیم اللہ صاحب پر کوئی خاص زور ڈالو ۔ اور ادھر مولوی عبدالجبار صاحب کو سمجھاؤ ۔ کہ وہ اپنی لڑکی کو تنبیہ کریں ۔ آخر یہ فتنہ علماء کے گھر سے پیدا ہوا ہے ॰

مظہر العجائب ۔ میری دانست میں یہ بہتر معلوم ہوتا ہے ۔ کہ کل ایک مخفی جلسہ کرو اور اس میں یہاں کے علماء کو بلاؤ ۔ اور مشورہ کر کے اس بدعت کا مقابلہ کرو ۔ مگر دیکھو ۔ ایک بات میں کہے دیتا ہوں ۔ کہ تجویز ایسی ہو ۔ جو علماء اس عاجز ہی کے مکان پر جمع ہوں ۔ اگرچہ بعض کو تردد ہوگا لیکن مصلحت یہی ہے ॰

مجاہد حسین ۔ یہ تو بات ہی آسان ہے ۔ میں ابھی جانے کو تیار ہوں ۔ آپ مہربانی کر کے ایک رقعہ لکھیں ۔ یہ سنتے ہی مولوی مظہر العجائب نے قلم دوات لیکر مندرجہ ذیل رقعہ لکھا ॰

باسمہٖ سبحانہٗ

حضرات علماء کرام ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ امابعد آپ لوگوں سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے ۔ کہ فتنہ قادیانی اس ہمارے شہر میں برپا ہو رہا ہے ۔ ہم لوگ عنداللہ اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے جواب دہ ہیں ۔ چونکہ یہ کام ہم سب کو مل کر کرنا چاہئے تاکہ ہمارا حملہ پورا حملہ ہو ۔ اس لئے میں آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ کل صبح ۸ بجے غریب خانہ پر تشریف لائیں ۔ تاکہ اس بارہ میں مشورہ کیا جاوے ॰

خاکسار ۔ منظہر عفی اللہ عنہٗ

مجاہد حسین صاحب اس رقعہ کو لیکر فوراً ادھر نکلے ۔ اور مولوی سلیم اللہ ۔ عبدالجبار ۔ مولوی

منصور الدین ۔ حمید اللہ ۔ حشمت علی ۔ اور کظیم الرحمٰن ۔ موسیٰ رضا ۔ عبد الحق ۔ اور احمد سعید وغیرہ کو اطلاع دیگئی ۔ دوسرے دن وقت مقررہ سے کوئی ایک گھنٹہ بعد تک حضرات علماء کرام مولوی مظہر العجائب صاحب کے مکان پر جمع ہوئے ۔ اور ان کی اس مخفی میٹنگ کا اجلاس شروع ہوا ؛

مظہر العجائب ۔ صاحبان ! میں نے جس غرض کے لئے آپ کو تکلیف دی ہے ۔ وہ آپ کو معلوم ہے ۔ اگر اس فتنہ کا جلد انتظام نہ ہوا ۔ تو آپ یقیناً یاد رکھیں ۔ کہ سخت وقت پیش آئے گی یہ ہم کو تو یہاں کوئی بھی نہیں پوچھیگا ۔ اور مجھے سب سے زیادہ افسوس تو مولوی سلیم اللہ صاحب اور مولوی عبد الجبار صاحبان پر ہے ۔ کہ انہیں باوجود علماء کرام کا فتویٰ معلوم ہے ۔ مگر پھر بھی انھوں نے ایک بیدین عورت کو اپنے گھر رکھنے سے پرہیز نہیں کیا ؛

مولوی سلیم اللہ ۔ مولانا ! بات اصل میں یہ ہے ۔ کہ علماء کرام کے فتاویٰ کی جو حقیقت ہے ۔ وہ آپ سے مخفی نہیں ۔ اور میں اور قبلہ مولانا مولوی عبد الجبار صاحب اپنے نازک تعلقات کو الگ رکھ کر بھی جب اصل معاملہ پر سوچتے ہیں ۔ تو سچی بات یہ ہے ۔ کہ مولوی منصور الدین صاحب سے بن کچھ نہیں آیا ۔ اور دلائل کا مقابلہ محض فتاویٰ سے تو نہیں ہوسکتا ۔ ایک طرف قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پیش ہوں ۔ اور اس کا مقابلہ صرف اس بات سے کیا جاوے ۔ کہ تم کافر ہو ۔ اگر یہ جواب ہے ۔ تو آپ ہی انصاف سے کہیں ۔ کہ کیا یہ کسی کے لئے تسلی کا موجب ہوسکتا ہے ؛

مظہر العجائب ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ زہر کچھ کچھ تم میں بھی اثر کیا گیا ہے ۔ اگر تم اس قادیانی نبی کو مہدی اور مسیح سمجھتے ہو ۔ تو بہتر ہے ۔ تم ہی مباحثہ کرو ۔ اور لوگوں کو مغالطہ میں کیوں ڈال رکھا ہے ۔ اور اگر نہیں تو تمہیں اس بات کا اعلان کرنا پڑیگا ۔ اور جو کچھ بھی علماء کرام فتویٰ دیں ۔ اس پر عمل کرنا ہوگا ؛

مولوی سلیم اللہ ۔ مولانا ! آپ تو ناحق تیز ہوتے ہیں ۔ اگر آپ نے ہمیں دھمکانے اور ذلیل کرنے کے لئے بلایا ہے ۔ تو ہم کو یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ۔ اور اگر آپ نے محض خدا کی رضاء کے لئے ان علماء کو جمع کیا ہے ۔ اور کوئی مفید مطلب نتیجہ اس اجتماع سے پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ تو اسی پیش کریں ۔ رہا یہ امر کہ قادیانی نبی کو میں مہدی اور مسیح مانتا ہوں ۔ اسوقت تک تو ان کے دعویٰ کو میں نے تسلیم نہیں کیا ۔ البتہ میں یہ چاہتا ہوں ۔ کہ غور کروں ۔ اور ہم سب کو غور کرنا چاہئے ۔ اگر اسکا دعویٰ حق ہو ۔ تو اس کے قبول کرنے میں تامل درست نہیں ۔ علماء کرام کی بات ماننی ہمارے لئے حجت نہیں ۔ ہم کو اللہ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننی چاہیئے۔ اگر علماء اس کے خلاف کہیں گے۔ تو ہم اس کو رد کر دیں گے۔ اور اگر قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت کوئی بات پیش کریں گے۔ تو بسر و چشم قبول کریں گے۔

مولوی مقہورالدین۔ یہ کہنا آپ کا محض جھوٹ ہے۔ کہ مجھ سے کچھ بن نہیں آیا۔ میں نے وہ دلائل پیش کئے۔ کہ ان کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اور تم میں سے جس کو حوصلہ ہے۔ اسکا مقابلہ کرے۔

مولوی کظیم الدین۔ اجی مولانا۔ آپنے جو طریق اختیار کیا معاف کریں۔ وہ درست نہ تھا۔ آپ کو علوم کی بحث میں لانا تھا۔ بس پھر سلیمہ کا کیا حوصلہ تھا۔ کہ جواب دیتی۔ عوام پر اس کا منہ بند کر دینے کا بہت عمدہ اثر پڑتا۔

مولوی سلیم اللہ۔ پھر آپ مجھے کہیں گے۔ کہ مجھ میں قادیانی اثر ہو گیا یا شائد یہ کہیں۔ کہ بی بی کی حمائت کرتا ہے۔ مگر صاحبو! تم ہی انصاف کرو۔ کہ مولانا کظیم الرحمٰن صاحب کی رائے حق اور انصاف پر مبنی ہے؟ کسقدر ظلم کی بات ہے۔ کہ اظہار حق و باطل میں وہی راہ اختیار کی جاوے۔ جو کفار قرآن مجید کے مقابلہ میں کرتے تھے۔ والغوا فی القرآن۔ خدا سے ڈرو۔

مولوی احمد سعید۔ میں آپ کے ساتھ متفق ہوں۔ یہ راہ نہائت خطرناک ہے۔ اور علماء کی شان سے بعید اور تقوی اللہ سے دُور۔

مولوی مقہورالدین۔ اجی مولوی کظیم الرحمٰن صاحب کو معلوم ہو جاتا۔ اگر یہ خود مقابلہ میں ہوتے ان کو معلوم نہیں۔ کہ وہ مولوی عبدالجبار صاحب کی بیٹی ہے اور قادیانی نے ایک ایسا جدید علم کلام اپنے مریدوں کو دیدیا ہے۔ کہ معمولی علم و عقل کے آدمی کا بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ یا کم از کم یہ کہو کہ کارسے وارد۔

مولوی عبدالجبار۔ صاحبان! آپ کس جھگڑے کو لے بیٹھے۔ غور طلب امر یہ ہے۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں اس وجہ سے سلیمہ کی تائید نہیں کرتا۔ کہ وہ میری بیٹی ہے بلکہ حق الامر کے لئے کہتا ہوں۔ کہ اس نے قادیانی طریق کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اور اس نے عملی طور پر ایسی ترقی کی ہے۔ کہ ہم تو حیران ہیں۔ دین اسلام کے لئے اس میں غیرت موجود ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر تدبر اس کا کام ہے۔ اور اس کو دیکھتے ہوئے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ محض فریب خوردہ ہو۔ میں نے بھی مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھا ہے۔ ان کا جواب دینا آسان امر نہیں

اگر مظہر العجائب صاحب یا دوسرے بزرگوں میں سے کوئی اس بات پر آمادہ ہے۔ کہ اس کے دلائل کو توڑ کر دکھا دے۔ تو اس کی تجویز کرو۔ اس تُو تُو مَیں مَیں سے تو فائدہ کچھ نہیں۔ ناحق کی شکر رنجیاں بڑھتی ہیں۔ پہلے ہی علماء میں اتفاق نہیں ہے۔ اب گھر میں اور فساد کرنے سے کیا فائدہ ہوگا ذاتی حملوں کو چھوڑ کر جو تجویز کرنی چاہتے ہو۔ کرو ؀

مولوی عبد الحق۔ آپ نے بجا فرمایا ؀

موسیٰ رضا۔ قادیانی فرقہ سے مناظرہ کرنے میں امامیہ طریق کو اگر آپ مدنظر رکھیں۔ تو میری سمجھ میں آسانی ہوگی۔ (یہ مولوی صاحب شیعہ تھے) ؀

حشمت علی۔ یہ بحث ہی لغو ہے۔ سب کے سب مسلمان ہیں۔ اس حنفی اور اثنا عشری وغیرہ کے تفرقہ نے تو اسلام کو نقصان پہنچایا۔ خدا تعالیٰ نے تو تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ وَهُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ میری تو یہ رائے ہی۔ پہلے یہ فیصلہ کرو۔ اور اس تفرقہ کو مٹاؤ۔ پھر قادیانی سے مقابلہ کرو۔ ورنہ میں تو تم سے الگ ہوں ؀

مظہر العجائب۔ کیسے افسوس کی بات ہے۔ کہ ہم لوگوں میں اتفاق نہیں۔ آخر کوئی بات قرار بھی پائے گی یا نہیں ؀

حمید اللہ۔ بہتر ہے ایک اور مناظرہ ہو۔ اور اس کے لئے پنجاب سے بعض علماء کو بلا لیا جاوے بٹالہ کے ایک مولوی ابو سعید ہیں۔ وہ بڑے فاضل بیان کئے جاتے ہیں۔ کیوں ان کو نہ بلایا جاوے ؀

مظہر العجائب۔ باہر سے کسی مناظر کو بلا کر سہارنپور کی ناک کٹوا دو۔ گویا یہاں کوئی عالم ہی نہیں۔ ہم خود مناظرہ کریں گے۔ اور آپ کو دکھا دیں گے۔ کہ یوں مناظرہ ہوتا ہے آپ لوگ میرے ساتھ رہیں ؀

مولوی عبد الجبار۔ بہتر ہے۔ مگر میں یہ عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ آپ کی طبیعت میں جوش بہت ہے نرمی اور ملاطفت سے کام لیا جاوے۔ اور میری دانست میں عام جلسہ اگر نہ ہو تو اچھا ہے۔ غرض تو اس باولی لڑکی کو سمجھانے سے ہے ؀

مظہر العجائب۔ نہیں اب عام جلسہ اس لئے مناسب ہے۔ کہ پہلے شور مچ چکا ہے۔ ورنہ نجی کے طور پر سمجھانا مناسب ہوتا۔ بہر حال اس کا اعلان کیا جاوے۔ اور دن اور وقت مقرر ہو۔

مولوی عبدالجبار۔ تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا۔ کہ فریق ثانی کو موقعہ دیا جاوے۔ کہ وہ اپنے کسی عالم کو بلالیں *

سب کے سب۔ ہاں ہاں ضرور ایسا ہی ہو *

غرض دو تین گھنٹہ کے بحث مباحثہ کے بعد یہ قرار پایا۔ کہ وہ بھی اپنا کوئی عالم بلالیں۔ اگرچہ یہ جلسہ پرائیویٹ تھا۔ مگر اس کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور سلیمہ تک تو اس کا پہنچنا ضروری تھا۔ کیونکہ اس کا باپ اور شوہر دونوں اس جلسے میں شامل تھے۔ اور اسطرح پر

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

کا مضمون صادق آیا۔ غرض علماء نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ دو ہفتہ کے بعد ایک عام جلسہ ہو۔ اور اس میں فریقین کے علماء کا مباحثہ ہو۔ اور فریق ثانی جب مناظرہ منظور کرے۔ تو شرائط کا فیصلہ باہمی رضامندی سے ہو جاوے۔ اس قرارداد کے بعد حضرات علماء سہارنپور وہاں سے رخصت ہوئے *

تیسرا باب

ایک آنچ کی کسر ہے

درِ احمد پہ ہو جا خاک تُو اکسیرِ اعظم ہے
عبث ڈھونڈتا پھرتا ہے بوالہوس کیمیا کیسی

سلیمہ۔ ایک روز صبح ہی صبح نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کر کے اٹھی تھی۔ کہ ایک عورت جس کا نام زینت تھا۔ اس کے پاس آئی۔ اور آکر کہا کیوں بی بی! کچھ تم نے بھی سُنا ہے ہمارے شہر میں ایک بڑا کامل فقیر مرد آیا ہوا ہے۔ اور آہستہ سے کان کے پاس منہ کر کے کہا۔ کہتے ہیں بڑا ہی کیمیا گر اور باخدا ہے۔ جو بات منہ سے کہدے۔ فوراً پوری ہو جاتی ہے *

سلیمہ۔ ہاں بہن! خدا کے بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ جو کہدیں۔ وہی ہو جاتا ہے۔

زیبن:۔ تو پھر آؤ۔ آج شام کو اس کی زیارت کر آئیں۔ بڑے بڈھے کہتے ہیں۔ "زیارت مرداں کفارہ گناہاں"۔

سلیمہ اور زیبن میں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ شہر کے رئیس میاں اکبر خان صاحب اور خان بہادر شیخ نصیر الدین صاحب کے ہاں سے بھی سواریاں آگئیں۔ ان آنیوالیوں میں ایک تو میاں اکبر خان صاحب کی دوسری بیوی گلرخ بیگم اور اس کی خادمہ زہرہ اور خان بہادر کی بہو کنیز فاطمہ اس کی نند صفیہ اور ایک خادمہ (جسکو وہ خالہ فجو کہکر پکارتی تھیں) تھیں۔ یہ نوجوان لڑکیاں علی العموم سلیمہ کے پاس آیا کرتی تھیں اور کچھ نہ کچھ تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ یہ بات بھی ہمارے پڑھنے والوں کو معلوم رہنی چاہئے۔ کہ یہ تینوں شریف لڑکیاں گو شادی شدہ تھیں۔ مگر ان کی گود نہ بھری تھی۔ اور اولاد کی آرزوئیں ان کے دل میں بھری ہوئی تھیں بیسیوں علاج معالجہ اور ٹونے ٹوٹکے کر چکی تھیں۔ اور اب سلیمہ کی صحبت میں رہکر دعاؤں سے کام لینے لگی تھیں باوجود اس کے بھی ان کا اعتقاد تھا۔ کہ باخدا فقیر ایسے کامل مرد ہوتے ہیں کہ وہ ایک راکھ کا چٹکا دیدیں۔ تو جھٹ اولاد ہو جاوے۔ اولاد کی خواہش تو یوں سب کو ہی ہوتی ہے مگر امیر اور دولتمند گھروں میں تو نرینہ اولاد کی وہ خواہش ہوتی ہے جس کی حد نہیں۔ اور اس خواہش کے جوش میں جو کچھ بھی ہو جائے۔ تھوڑا ہے۔ خدا تعالیٰ کے احکام کی چنداں پرواہ نہیں رہتی۔ غرض آنے والیاں جب آکر بیٹھ چکیں۔ تو سلیمہ نے سرسری طور پر کہا:۔

سلیمہ:۔ کیوں بوا! تم نے بھی سُنا۔ ابھی زیبن نے سنایا ہے۔ کہ سہارنپور میں کوئی بڑا باخدا مرد کامل آیا ہے۔ جس کی آنکھوں سے نور کے شعلے نکلتے ہیں۔ اور اس کے کلام میں ایسا اثر ہے۔ کہ جو کہتا ہے۔ ہو جاتا ہے۔ اور تو اور کیمیا گر بھی ہے۔

کنیز فاطمہ:۔ اچھی سلیمہ۔ ایسے لوگ تو خود اکسیر ہی ہوتے ہیں۔ ان کا تو پتہ ہی نہیں لگتا۔ یونہی کوئی درویش ہوگا۔ بڑے بڑے لٹیرے پھرتے ہیں۔

زیبن:۔ بوا! توبہ کرو۔ خدا کے دلبوں کو لٹیرا کہتا کہاں کی ایمانداری ہے۔ اللہ رکھے تم بڑے گھر کی بہو بیٹی ہو۔ تمہیں اتنا بھی سلیقہ نہیں۔ تم نے ابھی کیا دیکھا ہے۔ اگر اس نے بددعا

دیدی۔ تو کہیں کی نہ ہوگی ؛

زیلبن نے کچھ ایسے انداز اور طریق سے یہ بات کہی۔ کہ سچ مچ کنیز فاطمہ کانپ گئی۔ اور اس نے سمجھا۔ کہ خدا جانے کیا ہو جائیگا ؛

سلیمہ :۔ خالہ زیبن۔ بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ تم تو ناحق کنیز کو دباتی ہو۔ بڑے مکار لوگ دنیا میں پھرتے اور لوگوں کو ٹھگتے ہیں۔ مجھے تو اس بات سے شک پڑ گیا، کہ وہ کیمیاگر ہے۔ خدا کے ولی اور کامل بندے بھی ایک خاص قسم کے کیمیاگر تو ہوتے ہیں۔ مگر وہ سونا چاندی نہیں بنایا کرتے ؛

زیلبن :۔ تو پھر دنیا یوں ہی ایسے کاملوں کی تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اور یہ دست غیب کوئی چیز ہی نہیں۔ تم تو وہابن ہوگئی ہو ؛

کنیز فاطمہ :۔ سلیمہ کی تائید سے کسی قدر خوش تو ہوئی۔ مگر اب اسے بولنے کا حوصلہ نہ رہا۔ اور اس نے کہا۔ کہ بہتر ہے۔ آپس میں یہ کوئی فیصلہ کر لیں۔ تو نتیجہ نکلے۔ اس لئے وہ سب سنتی رہی۔ اور سلیمہ اور زیبن باہم جھگڑتی رہیں ؛

سلیمہ۔ میں تو اولیاء کی کرامت سے منکر نہیں ہوں۔ ابھی ابھی میں نے تو ایک زندہ ولی کو دیکھا ہے اور وہ پنجاب میں موجود ہے۔ اس کی ہزاروں کرامتیں دنیا میں ظاہر ہوئی ہیں۔ ایسی صورت میں بھلا میں کرامتوں کا انکار کر سکتی ہوں۔ ہاں ان ننگے فقیروں کی میں قائل نہیں۔ جو آئے دن دنیا کو لوٹتے ہیں۔ اور ان کا تازہ اور عمدہ شکار زیادہ تر عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ اور یہ جو تم کہتی ہو۔ کہ سونا چاندی بنا دیتے ہیں۔ یہ سب فضول امر ہے ؛

زیلبن۔ جو پرانے زمانے کی عورت تھی۔ یہ سُن کر سخت جوش میں آگئی۔ اور کہا بی بی یہ بات نہیں تم اس طرح پر تھوڑا ہی ماننے لگی ہو۔ میں نے آپ وہ سونا دیکھا ہے۔ جو پیر صاحب نے نظام درزی کو بنا کر دیا ہے۔ جس پر وہ بہت ہی مہربان ہے۔ میں تو سُنتی تھی۔ کہ تم لوگوں کے عقائد بگاڑتی ہو۔ یہ بات بالکل سچ ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ اگر وہ تمہارے ہی ہاتھ سے سونا بنا دے۔ پھر تو مانوگی یا نہیں ؛

ابھی سلیمہ نے جواب نہیں دیا تھا۔ کہ کنیز فاطمہ۔ گلرخ اور صفیہ یک زبان ہو کر بولیں ہاں! ہاں! پھر تو ماننا پڑیگا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ؛

سلیمہ نے سوچا۔ اگر میں اب عقلی دلائل سے ان کو سمجھاتی ہوں۔ تو یہ سمجھنے سے رہیں بہتر ہے کہ واقعات کی بنا پر اس فریب سے جو کیمیاگری کے لباس میں ہو رہا ہے۔ ان کو آگاہ کروں۔ یہ سوچکر سلیمہ نے کہا۔ اچھا خالہ زیبن! تم یہ بتاؤ۔ کہ جو کچھ وہ فقیر بنا کر دکھائے۔ وہی چیز اگر میں بنا کر دکھا دوں۔ تو پھر تم مجھے کیا کہوگی۔

زیبن :۔ یہ تم سے ہو ہی نہیں سکتا۔ ابھی تو تم کہتی تھیں۔ کہ سونا۔ چاندی بنانیکا ڈھکوسلا ہوتا ہے۔ اور اب خود بھی بنانے لگیں ؛

سلیمہ :۔ ڈھکوسلا تو اب بھی میں کہتی ہوں۔ جو چیز خدا بناتا ہے۔ وہ بندے نہیں بنا سکتی دیکھو خدا تعالیٰ گندم پیدا کرتا ہے۔ کیا کسی انسان نے بھی گندم بنائی ہے؟ انسان روٹی بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ روٹیاں نہیں اُگاتا۔ سونا چاندی خدا ہی بناتا ہے۔ میرا یقین ہے کہ انسان نہیں بنا سکتا جرمن سلور وغیرہ جو بنائی جاتی ہے۔ کیا وہ اپنے خواص اور صفات کے لحاظ سے اس چاندی کا مقابلہ کرتی ہے جو خدا نے بنائی ہے۔ یہ تو محض خیالی باتیں ہیں۔ کہ کوئی فقیر سونا چاندی بنا لیتا ہے۔ اور اگر وہ فقیر میرے سامنے بھی بنا دے۔ تو میں مان لوں گی ؛

زیبن :۔ بہت اچھا۔ یہی تو وہ کرتا ہے۔ اپنے ہاتھ سے تو کچھ بناتا ہی نہیں۔ دوسرے ہی کے ہاتھ سے تو بناتا ہے ؛

سلیمہ :۔ بہت خوب۔ پھر تم بتاؤ۔ اُس کے پاس کب جانا ہے؟

زیبن :۔ آج شام کو میرا ارادہ تھا۔ کہ زیارت کر آئیں۔ موقعہ پا کر اس سے عرض کیا جاوے۔ کیونکہ فقیر کی موج کی بات ہے۔ وہ ہمارا بندھا ہُوا تو ہے ہی نہیں ؛

سلیمہ :۔ کیوں بوا گلرخ۔ گنیز اور صفیہ! تمہاری کیا مرضی ہے؟

وہ تو پہلے ہی سے خواہشمند تھیں۔ جھٹ بول اٹھیں۔ کہ ہاں ہاں چلو۔ مگر کیوں دوپہر کو نہ ہو آئیں۔ شام کو اور بہت سے آدمی وہاں جمع ہوتے ہوں گے ؛

ناظرین کو یہ معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ یہ زیبن کون ہے؟ زیبن ایک کنجڑی عورت ہے جو محلہ بھر میں بڑی دانا اور سیانی مشہور ہے۔ دراصل یہ ایک چالاک عورت ہے۔ اور یہ ایسے ہی مکار لوگوں سے مل کر بوٹا کرتی ہے۔ نظام الدین درنہ می بھی اسی قسم کا ایک کایاں آدمی

ہے۔ ان دونوں نے تجویز یہ کی تھی۔ کہ کسی طرح بر محمد اکبر خان اور خان بہادر نصیر الدین صاحب کے گھروں پر ہاتھ صاف کریں۔ اور وہ جانتی تھی۔ کہ ان دونوں خاندانوں کی مستورات سلیمہ خاتون کے ہاں آتی ہیں۔ اور سلیمہ ایک دیندار اور باخبر عورت ہے۔ اگر اس کے بغیر کوئی تدبیر کی گئی تو ممکن ہے۔ کامیابی نہ ہو۔ بہتر ہے سلیمہ ہی کو اس مقصد کا ذریعہ بنایا جاوے۔ یہ سوچکر وہ آج سلیمہ کے پاس آئی تھی۔ اور ادہر نظام الدین سے یہ قرار پاچکا تھا۔ کہ میں اگر ان مستورات کو شاہ صاحب تک لانے میں کامیاب ہوگئی۔ تو وہ پہلے سے ان سے ذکر کر رکھے۔ چنانچہ زیبن اس تجویز میں کامیاب ہوگئی۔ سلیمہ بالطبع ایسے لوگوں کے پاس جانا ناپسند کرتی تھی۔ مگر اس کی غرض اور نیت یہ تھی کہ ان کیمیاگر اور شعبدہ باز فقراء کا طلسم ٹوٹ جائے۔ اس لئے اس نے اپنے میاں سے اجازت لے لی۔ کہ میں کنیز فاطمہ اور صفیہ اور گلرخ بیگم کے ساتھ باہر جاؤں گی۔ مولوی سلیم اللہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ سلیمہ کی زندگی کیسی پاک اور نافع زندگی ہے۔ زیبن تو اپنی گھات میں تھی۔ ادھر سلیمہ نے سوچا۔ کہ اگر میں زیبن کو اب جانے دیتی ہوں۔ تو ممکن ہے یہ پہلے سے جاکر خبر کردے۔ اسواسطے اس کو کہا۔ کہ تو اب ہمارے ساتھ یہاں ہی سے چلنا۔ زیبن نے ہرچند کہا۔ کہ میں گھر ہو آؤں۔ مگر سلیمہ نے نہ جانے دیا۔

غرض بارہ بجے کے قریب جبکہ سخت دھوپ پڑ رہی تھی۔ یہ شریف بی بیاں گاڑیوں میں بیٹھی ہوئی شاہ صاحب کی طرف چلیں۔ گاڑی کے آگے کوچبان کے پاس خالہ فجو اور زیبن بیٹھ گئیں۔

اب شاہ صاحب کی کیفیت سنو۔ کہ وہ قبرستان میں ایک درخت کے نیچے ہرن کی کھال پر آنکھیں بند کئے ہوئے ہاتھ میں ایک بڑی تسبیح لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور آپ کے دو تین مرید ان سے کچھ پیچھے ہٹ کر تسبیح پھیر رہے تھے۔ شاہ صاحب کی سفید اور لمبی ڈاڑھی۔ پیشانی پر نماز کا بڑا سیاہ داغ پڑا ہوا تھا۔ ان مریدوں کے پاس ہی نظام الدین درزی بھی شاہ صاحب کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اور کچھ اور اہل حاجت دور دور بیٹھے تھے۔

نظام الدین نے دور سے گاڑی پر زیبن کو دیکھا۔ اور سمجھا۔ کہ داؤ چل گیا۔ وہ پہلے ہی شاہ صاحب سے کہہ چکا تھا۔ جب گاڑی قریب پہنچی۔ تو نظام الدین نے ان مریدوں کو الگ کردیا اور کہدیا۔ کہ تم ذرا ہٹ جاؤ۔ کوئی پردہ دار بی بیاں آئی ہیں۔

گاڑی قبرستان کے پاس جا کر کھڑی کر دیگئی۔ اور یہ شریف خواتین اُتر کر آہستہ آہستہ شاہ صاحب کی طرف گئیں۔ زینب نے راستہ میں کچھ پھول۔ الائچی اور کچھ مٹھائی لے لی تھی۔ اور کہا کہ فقیروں کے پاس خالی ہاتھ جانے سے انسان خالی ہاتھ آتا ہے ؛

یہ بی بیاں خاموشی کے ساتھ شاہ صاحب کے قریب جا بیٹھیں۔ اور شاہ صاحب نے ذرا آنکھ کھولی۔ اور جھٹ منہ پر پردا ڈال لیا۔ اور پیٹھ پھیر کر بڑبڑائے ؛

شاہ صاحب :۔ یا اللہ! مجھے اس دنیا کے بکھیڑوں سے نجات دے۔ میں تیرا عاجز بندہ ہوں۔ تُو ہی ہے۔ جس کو چاہتا ہے اولاد دیتا ہے۔ میں کہاں سے لڑکے دینے کا ٹھیکہ دار آ گیا (اب شاہ صاحب کی آواز تیز ہوتی گئی) بے وقوف اور احمق لوگ میرے پاس چلے آتے ہیں۔ کہ اولاد لے آئیں۔ ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔ میری عبادت اور ذکر میں فرق ڈالتے ہیں۔ مجھے ان سے بدبُو آتی ہے۔ ہٹ جاؤ! جاؤ!! جاؤ!!! جنگل میں رہنے والا فقیر۔ میرے پاس سونا چاندی کہاں ہے کیوں دنیا کی حرص میں پھنستے ہو۔ تمہارے پاس سب کچھ ہے ؛

شاہ صاحب نے جب یہ پکار لگائی۔ بس سلیمہ کے سوا باقی سب تو وہیں لٹو ہو گئیں اور انہوں نے سمجھا۔ کہ شاہ صاحب کو کشف ہو گیا۔ تعجب سلیمہ کو بھی ہوا۔ کیونکہ زینب صبح سے اس کے پاس تھی۔ اگر وہ پہلے چلی آتی۔ تو ممکن تھا یہ شبہ ہوتا۔ اولاد کے متعلق گلرخ اور باقی دونوں کو خواہش ضرور تھی۔ کہ شائد کامل مرد ہو۔ تو تعویذ ہی مل جاوے۔ خیر انھوں نے یہ جذبہ کی باتیں سُن کر زینب سے کہا۔ کہ خالہ کسی طرح شاہ صاحب سے عرض کرو۔ کہ ہماری بات سُن لیں۔ زینب نے کہا۔ نہ بُوا۔ میں تو کہتی نہیں۔ فقیر جلال میں بیٹھا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ میرا ستیا ناس کر دے۔ چپکے سے بیٹھی رہو۔ جو حکم ہوگا وہ کریں گے ؛

شاہ صاحب :۔ ارے کوئی ہے ان کو نکال دے۔ ہاں یہ پردہ دار بی بیاں ہیں۔ کوئی ادہر نہ آوے۔ بیٹی! تم یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہارا یہاں کیا کام ؟

اب تو زینب نے زبان کھولی۔

زینب :۔ حجرت (حضرت) ہم آپ کی باندیاں ہیں۔ کوئی رحم کی نجور (نظر) ہو جاوے۔ تو ہمارا بیڑا پار ہو جاوے ؛

شاہ صاحب :۔ میں تو ایک عاجز بندہ ہوں۔ میرے اختیار میں کیا ہے۔ جو لینا ہے خدا سے مانگو۔

زبین :۔ غریب پرور۔ مہر کی نجر (نظر) ہو جاوے۔ کرم کرو۔ اور خطا بخشو۔ اب تو آپ کے قدموں میں آ گئی ہیں۔ کچھ مہربانی ہو جاوے۔ جس سے آرام سے گجر (گذر) ہو جاوے۔

سلیمہ تو ان تمام ہتھکنڈوں کو جانتی تھی۔ کہ یہ لوگ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اب اسے کامل یقین ہو گیا۔ کہ یہ بڑا مکار ہے۔ پیش بندی کے طور پر سلیمہ اپنی جیب میں دو تین منصوری پیسے لیتی گئی تھی۔ جس کو یہ لوگ ڈھوا کہتے ہیں۔

شاہ صاحب نے آخر فرمایا۔ اچھا اگر فقیر کو بدنام نہ کرو۔ تو تمہیں کچھ دیدیتے ہیں۔

یہ سُنکر سلیمہ نے مناسب سمجھا۔ کہ اب خود جواب دے۔

سلیمہ :۔ حضرت شاہ صاحب! ہم تو آپ سے فیض اُٹھانے آئی ہیں۔ نعوذ باللہ آپ کو بدنام کرنے کو تھوڑا ہی آئی ہیں۔ آپ کامل مرد ہیں۔ بدنام آپکے دشمن ہوں۔

شاہ صاحب :۔ اچھا بیٹی! لا کوئی ڈھوا۔

یہ سُن کر زبین نے جھٹ پوچھا۔ کیوں سلیمہ! کوئی پیسہ ہے۔ یہ تو غلطی ہوئی۔ اچھا میں جیب میں دیکھتی ہوں۔ زبین چاہتی تھی۔ کہ وہ اپنے پاس سے پیسہ دے۔ مگر سلیمہ نے جھٹ جیب میں ہاتھ ڈالکر کہا۔ کہ شاہ صاحب! حاضر ہے۔

شاہ صاحب کو تو خیال تھا۔ کہ زبین نے پہلے سے اس لڑکی کو دے رکھا ہوگا۔ مگر سلیمہ پہلے ہی جانتی تھی۔ کہ اس موقعہ پر کیمیاگر کیا ہتھکنڈہ کرتے ہیں۔ خیر سلیمہ نے ڈھوا پیش کیا۔ تو شاہ صاحب چلّائے۔ کہ بیٹی اس کو فقیر سے دُور رکھ۔ وہ چلم پڑی ہے۔ اس میں اس پیسہ کو بجائے کنکر کے ڈال دے۔ اور اس پر سوکھا تمبا کو رکھ کر ایک چنگاری دھوئیں میں سے رکھ کرلے آ۔ زبین نے ہر چند کہا۔ کہ لاؤ میں لے آؤں۔ مگر سلیمہ جو اس راز کو کھولنا چاہتی تھی۔ وہ کب گوارا کر سکتی تھی۔ اس نے جھٹ چلم میں وہ پیسہ رکھا۔ اور دھوئیں کے پاس ہی کچھ تمباکو پڑا تھا۔ وہ ڈال کر آگ کی چنگاری رکھ کر شاہ صاحب کے حوالہ کی۔ شاہ صاحب نے جھٹ دو چار دم لگائے اور چلم سلیمہ کے حوالہ کی۔ اور کہا اس کو سنبھال کرلے جاؤ۔ اور گھر جا کر کسی خفیہ جگہ چلم کو اُلٹ دینا۔ اس پیسہ کو تعویز بنا لینا۔ اور راکھ کی چٹکی میں سے ایک رتی صبح شام کھالیا کرو۔ بہت سی

امراض کو فائدہ دیگی *

اب زیبن نے سوچا۔ کہ یہ وار تو خالی جاتا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ دراصل وہ پیسہ تو تانبے ہی کا تھا۔ اور جو کیمیا گر پیسہ ڈلوایا کرتے ہیں۔ وہ سونے کا ہوتا ہے۔ اور اس کا رنگ تیل گلی اور خاکستر میں رکھنے سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ اب زیبن نے چاہا۔ کہ سلیمہ وہ چلم زیبن کے حوالہ کردے چنانچہ اس نے کہا۔

زیبن:۔ بیٹی! لائیں اس چلم کو سنبھال لوں۔ خدا نے بڑا فضل کیا ہے۔ اب یہاں سے چلدو۔

سلیمہ:۔ میں سنبھالے ہوئے ہوں۔ تم فکر نہ کرو چلو۔

چنانچہ وہ سب کی سب گاڑی میں بیٹھ کر واپس سلیمہ کے گھر پہنچیں۔ اور قرار پایا۔ کہ اس چلم کو ایک صندوقچہ میں بند کر دیا جاوے۔ اور اس کی چابی گلرخ بیگم کو دی جاوے۔ دوسرے دن سب کے سامنے پھر اسے کھولا جاوے۔ اس قرار داد کے بعد اس چلم کو محفوظ کر کے سب بیگمات روانہ ہوئیں۔ ہر ایک کے دل میں عجیب عجیب خیالات تھے۔ مگر زیبن کو یہ فکر دامنگیر تھی کہ معاملہ بگڑ گیا۔ وہ جب گھر پہنچی۔ تو نظام درزی موجود تھا *

زیبن:۔ بھائی نظام کام تو خراب ہو گیا۔

نظام:۔ کیوں کیا ہوا؟

زیبن:۔ سلیمہ بڑی ہوشیار عورت ہے۔ پیسہ تو اُس نے خود ہی دیدیا۔ میرا خیال تھا۔ کہ داؤ چل جاویگا۔ مگر اب تو بڑی خفت اٹھانی پڑے گی۔ خان بہادر کی لڑکی اور خان صاحب کی بیوی تو بڑی گرویدہ ہیں۔ مگر جب حقیقت کھلی۔ تو بد اعتقاد ہو جائینگی *

نظام:۔ کچھ بات نہیں۔ تم اور چال چلو۔

زیبن:۔ وہ کیا؟

نظام:۔ پھرتی پھراتی خان بہادر کے گھر چلی جاؤ۔ اور ان سے کہدو۔ کہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب ایسے باخدا اور صاحب کشف ہیں۔ کہ اگر کوئی ان کو حرام کی چیز کھلانا چاہے۔ تو فوراً کھاتے وقت معلوم ہو جاتی ہے۔ بہتر ہے اس کا تجربہ کیا جاوے۔ اور اس پر ان کو آمادہ کرو۔ اور کسی کے ہاں سے چوری کا دودھ منگوا کر لے آؤ۔ زیبن نے یہ ٹوٹکہ سیکھ لیا۔ نظام تو قبرستان

کی طرف اصلی واقعہ بتانے چلا گیا۔ زیبن نے سوچا۔ کہ سلیمہ کے مکان پر ہی یہ ٹوٹکا بھی پیش کیا جاوے ؛

زیبن :۔ میری یہ صلاح ہے۔ کہ اس صندوقچہ کو ایک روز اور کیوں نہ رکھ لیں ؛

سلیمہ :۔ وہ کیوں۔ آؤ اب کھولکر دیکھیں ؛

گلرخ۔ ہاں۔ ہاں۔ ضرور۔

زیبن :۔ بوا کنیز! تم نے کچھ اور بھی سُنا۔ کہتے ہیں۔ شاہ صاحب کو حرام کی چیز ہضم نہیں ہوتی۔ اور فوراً انہیں معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ حرام کا مال ہے ؛

کنیز فاطمہ :۔ تم روز روز نئی باتیں خدا جانے کہاں سے لے آتی ہو ؛

زیبن :۔ میں تو سارا دن تمہارے ساتھ رہی۔ کل شام کو سنا تھا۔ کہ کوئی شخص دودھ لیکر گیا شاہ صاحب نے ایک گھونٹ لیا ہوگا۔ کہ فوراً دودھ خون بن گیا۔

سلیمہ :۔ خالہ زیبن! کیوں ایسی جھوٹی باتیں بناتی ہو۔

زیبن :۔ واہ بیٹی۔ تم تو میرا ناک کاٹتی ہو۔ میرا چونڈا سفید ہو گیا۔ محلے والے پاس پڑوس والے مجھ سے پوچھ کر بات کریں۔ تم مجھے جھوٹی بناتی ہو۔ بھلا مجھے اس بات سے کیا اسکو بھی آزما لو ؛

سلیمہ :۔ پہلے کل والی چلم تو نکالیں ؛

زیبن :۔ تم جس اعتقاد کی مالک ہو۔ تم نے کیا لینا ہے۔ دوا بھی تب اثر کرتی ہے جب حکیم پر اعتقاد ہو۔ دعا کا بھی تب ہی اثر ہوتا ہے۔ جب فقیر پر اعتقاد ہو۔

زیبن کی یہ تقریر کارگر ہو گئی۔ اور گلرخ وغیرہ فوراً بول اٹھیں۔ ہاں خالہ یہ تو سچ ہے۔ بوا سلیمہ یہ بات تمہاری ہم نہیں ماننے کے۔ اعتقاد تو ضروری ہے۔ جب تم کو پہلے ہی فقیر پر بدظنی ہے۔ تو پیسہ کا کیا بننا ہے ؛

اب تو زیبن بہت خوش ہوئی۔ کہ بات رہ آئی اور چلا کر بولی۔ میں تو اعتقاد کی پکی ہوں۔ ضرور ان کو حرام کھانا معلوم ہو جاتا ہوگا۔ اور نہیں تو یہ مشکل کیا ہے۔ اس نے ہم سے کیا لے لینا ہے۔ آزما کیوں نہ لیں ؛

سلیمہ نے دیکھا کہ اب یہ تجربہ جو کیا گیا تھا۔ رائیگاں گیا۔ اور گلرخ۔ صفیہ اور کنیز ہرگز نہ مانینگی

کہ پیسہ کا سونا نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ یہ کہیں گی۔ کہ تم نے شاہ صاحب پر بدظنی کی اسلئے کچھ نہیں بن سکا تاہم اس نے کہا۔ کہ تم آؤ۔ پہلے چلم کو دیکھیں۔ پھر دودھ کا تجربہ بھی کر لیں گے۔ چنانچہ صندوقچہ کھولا گیا اور چلم دیکھی گئی۔ وہاں کیا رکھا تھا۔ پیسہ جوں کا توں موجود تھا۔ اب تو سب نے کہنا شروع کیا۔ بُوا! خواہ تم مانو یا نہ مانو۔ یہ تمہاری بد اعتقادی نے کام بگاڑا۔ ورنہ سب کچھ بن گیا تھا۔

زرینہ:۔ میں تو پہلے ہی کہتی تھی۔

سلیمہ:۔ نہیں اس پیسہ کا سونا بن ہی نہیں سکتا۔ میں تو تب مانوں۔ کہ میں پیسہ دوں۔ اور وہ سونا بنا دیں۔ یہی تو ان لوگوں کی اُستادی ہے۔

کنیز فاطمہ:۔ نہیں بہن تم بدظنی کرتی ہو۔ اچھا آؤ۔ آج دودھ آزمالو۔

اس تجویز پر دودھ کہیں سے چوری کا منگوایا گیا۔ اور پھر یہ قافلہ شاہ صاحب کے پاس پہنچا۔ شاہ صاحب نے دیکھتے ہی کہدیا۔ بے ایمان ہو کر میری آزمائش کرتی ہو۔ نکل جاؤ یہاں سے مردار کہیں کی۔ اور نام اور ہنے کے یہی لچھن ہوتے ہیں۔

کنیز فاطمہ:۔ حضور خطا معاف کریں۔ میں کچھ دودھ لائی ہوں۔ اسے پی لیں۔

شاہ صاحب:۔ اچھا بیٹی! تو کچھ دیندار اور ایماندار معلوم ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھ۔ اگر فقیر سے کچھ لینا ہے تو فقیر پر بے اعتقاد مت ہو۔ یہ کہکر شاہ صاحب نے دودھ کے پیالے میں منہ ڈالا۔ اور ناک بھوں چڑھا کر بولے۔ اور زور سے دُودھ میں وہ گھونٹ ڈالدیا۔

یا اللہ! کیا غضب ہو رہا ہے۔ سہارنپور رہیگا یا اُجڑیگا۔ میں بد دعا نہیں کرتا۔ یہ کل کی لڑکیاں میرا امتحان لیتی ہیں۔ اور مجھے حرام چیزیں دیتی ہیں۔ دُودھ میں اس گھونٹ کا پڑنا ہی تھا۔ کہ سارا دُودھ خون کی طرح سُرخ ہو گیا۔ اب کیا تھا۔ کنیز فاطمہ تو ہاتھ باندھکر سجدہ ہی میں گر گئی۔

کنیز فاطمہ:۔ شاہ صاحب میرا قصور معاف ہو۔ میں آزمائش سے باز آئی۔ آپ کامل ولی ہیں۔ میں نے دھوکہ کھایا۔ للہ مجھے بخشو۔ میں آپ کی باندی ہوں۔

شاہ صاحب:۔ تیرا قصور بڑا بھاری ہے۔ مگر جا تجھے معاف کیا۔

کنیز فاطمہ:۔ حضور! میرا ہی نہیں۔ ان سب کا قصور بھی معاف کیا جاوے۔

شاہ صاحب:۔ لڑکی تو باؤلی ہوئی ہے۔ فقیروں کو چھیڑا ہی نہیں کرتے۔ ان کے سامنے

بہت باتیں بنانے کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ تو اپنا کام کر۔ اور جا ہم نے معاف کیا۔ اب اور کیا کہتی ہے؟

کنیز فاطمہ :۔ حضور! میں تو آپ کی باندی ہوں۔ کچھ رحم ہو جائے۔

شاہ صاحب :۔ بیٹی! فقیر کے پاس کیا رکھا ہے۔ ساری قدرتیں تو اُسی (خدا تعالےٰ) کے ہاتھ میں ہیں؟

سلیمہ نے دیکھا۔ کہ کنیز ان باتوں سے متاثر ہو رہی ہے۔ اور گلرخ اور صفیہ بھی اثر سے خالی نہیں۔ اس لئے اس نے خیال کیا۔ کہ اگر شاہ صاحب کے سامنے اس کے فریب کو نہ کھولا۔ تو فائدہ کیا؟ اس واسطے سلیمہ نے جرأت کر کے بولنا پسند کیا۔

سلیمہ :۔ شاہ صاحب! میں ایک بات دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ اگر اجازت ہو تو پوچھ لوں۔

شاہ صاحب :۔ اچھا بیٹی! تم بھی پوچھ لو۔ کیا پوچھتی ہو؟

سلیمہ :۔ آپ یہ فرمائیں۔ کہ آپنے اس قسم کی زندگی کیوں اختیار کی ہے۔ کیونکہ اسلام تو ایسی زندگی سے منع کرتا ہے۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ خود ہماری سرکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل میں ایسی زندگی کا نمونہ نہیں ملتا۔ اور نہ آپ کے صحابہ میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اور نہ اُمت کے اولیاء اور بزرگوں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ ان ہتھکنڈوں سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

سلیمہ نے یہ باتیں کچھ ایسے جوش اور درد سے بیان کیں۔ کہ شاہ صاحب کے تو ہوش اُڑ گئے مگر ساتھ والیاں گھبرا گئیں۔ اور ذیلن نے تو جھٹ کنیز کے کان میں کہا۔ کہ غضب ہو گیا سلیمہ نے فقیر کو چھیڑ دیا۔ اس سے کیا فائدہ تھا؟

شاہ صاحب نے دیکھا۔ کہ بات بڑی بے ڈھب شروع ہوئی۔ اس لئے انہوں نے اپنے جلال کے ہتھکنڈے سے کام لینا چاہا۔ چلا کر بولے:

شاہ صاحب :۔ میں تمہیں پھر کہتا ہوں۔ فقیروں کو مت چھیڑو۔ نہیں تو سہارنپور کو اُلٹ دوں گا۔

سلیمہ :۔ شاہ صاحب! سہارنپور کو الٹنا تو بڑی بات ہے۔ یہ میری جوتی پڑی ہے۔ پہلے اس کو الٹ کر دکھادو۔ اگر یہ جوتی آپ نے الٹ دی۔ تو میں سمجھوں گی کہ سہارنپور بھی الٹ جائیگا۔ نہیں تو میری باتوں کا جواب دو۔ میں بھی آج ارادہ کرکے آئی ہوں کہ تمہارے ہتھکنڈوں کی حقیقت کھول دوں؛

سلیمہ کو بھی سخت غصہ اور جوش آچکا تھا۔ اور وہ ان نقصانات کو جانتی تھی۔ جو اس قسم کے لوگوں سے ملک اور قوم کو پہنچتے ہیں۔ اور خصوصاً ناواقف اور بھولی بھالی عورتیں اس ظالم اور ناخدا ترس گروہ سے جس قسم کے نقصان اٹھاتی ہیں۔ وہ دل کو ہلادینے والے ہیں۔ سلیمہ سمجھتی تھی۔ کہ اگر ناخدا ترس مولویوں نے اعتقادی رنگ میں عجیب وغریب عقاید تراش کر مسلمانوں کو تباہ کیا ہے۔ تو اس قسم کے لٹیرے فقیروں نے عجوبہ نما کارروائیوں سے دوسری طرف قوم کو تباہ کرنا شروع کردیا ہے۔ اس لئے سہارنپور میں ابھی وہ علماء کے مخمصے سے فارغ نہ ہوئی تھی۔ کہ یہ نیا کرشمہ اور نیا جہم اُس کے سامنے آگئی۔ احمدی ہو جانے کے بعد جہاں اس کے عقائد اور اعمال میں ایک اصلاح ہوگئی تھی۔ وہاں خدا کے فضل سے بہت سے توہمات جن میں مستورات عموماً گرفتار ہوتی ہیں۔ اس کے دل سے دُور ہوچکے تھے۔ اور مطالعہ کتب نے بہت بڑی واقفیت اسے مہیا کردی تھی؛

غرض سلیمہ نے جوش کے ساتھ جب شاہ جی کے سامنے جوتی رکھدی کہ اس کو الٹا کر دکھاؤ۔ اور اس کے ہتھکنڈوں کے کھولنے کی دھمکی دی۔ تو شاہ جی کو ہوش آگیا۔ مگر انہوں نے اپنی چالاکی سے اپنی کمزوری کو چھپانے کی ایک بار اور ناکام کوشش کی۔ اور بولے ؛

شاہ صاحب :۔ باولی لڑکی! ہٹ جا میرے سامنے سے۔ پھونک دونگا۔ مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔ تو غریب عورت ذات ہے۔ ورنہ اگر کوئی مرد ہوتا۔ تو میں ابھی اس کو اس کی گستاخی اور شوخی کا مزا چکھادیتا۔ جا۔ جا۔ جا۔ چلی جا۔ فقیروں کو چھیڑنا اور ستانا اچھا نہیں ہوتا۔ ہٹ جا۔ اور میری آنکھوں سے دُور ہوجا؛

شاہ صاحب نے یہ باتیں جوش اور رحم کے لہجہ میں کہی تھیں۔ سلیمہ کی ساتھ والی

بی بیوں پر اگرچہ سلیمہ کے دیرانہ جواب کا اثر پڑ چکا تھا۔ مگر وہ پھر بھی ایک حد تک ڈرتی اور کانپتی تھیں۔ اور زرین کا تو عجب حال تھا۔ وہ تو شاہ صاحب کے سامنے سجدہ میں پڑی ہوئی تھی۔ اور بڑی التجا اور منت سے کہتی تھی۔

زرین:۔ حضرت! معاف کرو۔ رحم کرو۔ بخشو۔ غریب اجڈ لڑکی ہے۔ فقیروں کی کرامات سے واقف نہیں۔ اس کی باتوں پر نہ جائیں۔ اور معاف کریں۔ میرے چونڈے کی لاج رکھو۔ اور میرا گناہ بخشو۔ میں پھر ان کو لے کر نہیں آتی۔

شاہ صاحب:۔ ہٹ جا۔ دیوانی کہیں کی۔ تو فقیروں کی بے عزتی کرانے کو ایسی چھوکریاں لے آتی ہے۔ ان کو گھمنڈ ہوگا۔ کہ وہ بڑے گھروں کی لڑکیاں ہیں۔ فقیر کو کیا پرواہ ہے میں اگر جلا کر راکھ نہ کردوں۔ تو مرشد کے قدم نہیں چومے۔ مجھے زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔ اور ان کو لے کر چلی جاؤ۔

(زرین کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ سلیمہ نے بات کاٹ کر کہا) سلیمہ:۔ ارے مکار! تو کس کو دھکاتا ہے اور ڈراتا ہے۔ میں تو کہتی ہوں۔ کہ جو کچھ تیرے پاس کرامات ہے۔ لا دکھا ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ تو بھی کیا یاد کریگا۔ کہ میں سہارنپور گیا تھا۔ اس قسم کے شعبدات میں بھی اگر تو میرا مقابلہ کرے گا۔ تو تجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ تو کیا جانتا ہے۔ کہ میں تیری اس قسم کی کرتوتوں سے خوب واقف ہوں۔

سلیمہ اور شاہ صاحب کا یہ مقابلہ خوب زوروں پر تھا۔ سلیمہ جس قدر دلیر ہوتی جاتی تھی۔ شاہ صاحب اسی قدر خاموشی کا رنگ اختیار کرنا چاہتے تھے۔ مگر سلیمہ چپ ہونے نہ دیتی تھی۔ زرین اور اس کے واقف کار جو شاہ صاحب کی چالاکیوں میں برابر کے حصہ دار تھے۔ ہر چند کوشش کرتے تھے۔ کہ ان لڑکیوں کو وہاں سے ہٹائیں۔ مگر کوئی بات نبتی نہ تھی۔ سلیمہ نے دیکھا۔ کہ اس کی اس جرأت اور دلیری نے ان بھولی بھالی لڑکیوں پر خوب اثر کیا۔ اور انہیں یقین ہو گیا۔ کہ یہ واقعی کوئی مکار اور ٹھگ ہے۔ ان میں سے کنیز نے سلیمہ کو مخاطب کرکے کہا۔

کنیز:۔ بہن جانے بھی دو۔ ہم نے ان جھگڑوں سے کیا لینا ہے۔ ہم کو معلوم ہو گیا۔ کہ

یونہی یہ لوگ دنیا کو ٹھگتے پھرتے ہیں۔ ان کے پاس کچھ ہوتا۔ تو اس طرح پر مارے مارے کیوں پھرتے۔ چلو گھر کو چلیں۔ مگر آپ ہمیں ان باتوں کی حقیقت سے ضرور خبردار کریں۔ زینب تیرا ستیاناس ہو۔ تو نے ہم کو خواہ مخواہ ایک دھوکہ میں ڈالا تھا۔ اگر سلیمہ یہاں نہ ہوتی۔ تو خدا جانے ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا۔ گھر لٹا بیٹھتیں۔ اور پھر منہ دکھانے کے قابل نہ رہتیں۔

سلیمہ۔ کنیز! تم کہتی تو سچ ہو۔ مگر جب تک ان لوگوں کی چالاکیوں سے دوسروں کو خبردار نہ کیا جاوے۔ اُس وقت تک ہمارے یہاں آنے کا کوئی مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ میری تو رائے یہ ہے۔ کہ اس بدمعاش کو گرفتار کرادیا جائے۔ اور ساتھ ہی زینب کو بھی اس کی شراکت کا کچھ پتہ لگ جاوے۔ آئندہ لوگ ایسے پاکھنڈیوں کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ خصوصاً عورتیں بچ رہیں گی۔

سلیمہ کے منہ سے جو یہ فقرات نکلے۔ تو شاہ جی کی تو ماں مرگئی۔ اور زینب دوڑ کر سلیمہ کے قدموں پر گر پڑی۔ اور بڑی منت کرکے بولی ؛

زینب۔ بیٹی میری چٹیا مت کاٹو۔ میری عزت کسی طرح رکھو۔ میری خطا معاف کرو۔ تم جو بھی کہو۔ سو سچ ہے۔ تم سے شہر بھر کے مولویوں نے پناہ مانگی ہے۔ وہ تمہارے سامنے بات نہیں کرسکتے۔ تو اور کسی کی کیا مجال ہے۔ اور اللہ رکھے تمہارے باپ اور میاں کی تو آج شہر بھر میں وہ عزت ہے۔ کہ بڑے جج اور ڈپٹی ان کی بات مانتے ہیں۔ اور اللہ رکھے یہ ساری بچیاں اُونچے اُونچے گھروں کی ہیں۔ میں تو کہیں کی نہ رہوں گی۔ مجھے خدا کے واسطے بچاؤ۔

سلیمہ۔ زینب! دیکھ۔ تو نے سارے شہر کو لٹوا دینا چاہا تھا۔ اور خدا جانے اس سے پہلے کن کن بھولی بی بیوں کو تو اس پاکھنڈی سے لٹوا چکی ہے۔ تیری اور تیرے اسی شاہ جی کی رہائی تو اب اسی صورت میں ہوگی۔ جب تک تم اصلی حالات نہ بیان کرو۔ اور جو کچھ سہارنپور سے یا کسی دُوسری جگہ سے لوٹا ہے۔ واپس نہ دو۔ اور میں تو اب یہاں سے اُٹھنے کی نہیں۔ اور اس موئے کو ابھی گرفتار کراتی ہوں۔ یہ بھاگ کر اب نہیں جاسکتا ؛

سلیمہ کے اس کلام کو سن کر شاہ جی اور زینت کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ اور ساتھ والیوں نے بھی سمجھا۔ کہ اب سلیمہ کچھ کئے بغیر رہے گی نہیں۔ ہم کو بھی اب اس کے ساتھ ہی ظاہر ہونا پڑیگا۔ انہوں نے بڑی منت سماجت سے کہا۔ کہ خدا کے واسطے ہم کو رسوا نہ کرو۔ ہمارے گھر والوں کو جب معلوم ہوگا۔ کہ ہم یہاں آئی تھیں۔ تو خدا جانے کوئی کیا کہیگا اس بلا کو چھوڑ دو۔ تم نے اس سے لینا کیا ہے۔ ہمارا کوئی نقصان تو ہوا نہیں۔ اور اب یہاں یہ رہنے کا نہیں۔ شہر بھی اس کی شرارت سے بچ جاویگا۔

سلیمہ نے کہا۔ یہ پھر کسی دوسری جگہ جا کر شرارت کریگا۔ اور کسی اور کو دھوکا دے گا۔ کیوں اب اس کو اس قابل ہی نہ رہنے دیا جاوے۔ کہ دوسروں کو نقصان پہنچا سکے۔

یہ باتیں ابھی ہو ہی رہی تھیں۔ کہ اتفاق سے ادھر سے چند پولیس کے سپاہی گذرے سلیمہ نے اپنے گاڑی والے کو بلا کر کہا۔ کہ ان سپاہیوں کو بلاؤ۔ اب تو شاہ صاحب کے ہوش اڑے۔ اور زینت کو غش آنیلگا۔ موقعہ ایسا نہیں تھا۔ کہ وہ بھاگ سکے۔

سلیمہ نے اپنی ساتھ والیوں کو تو کہا۔ کہ تم گاڑی میں ہو بیٹھو۔ میں اب اس قضیہ کو پاک کرتی ہوں۔ چنانچہ گاڑی والے نے ان سپاہیوں کو آواز دی۔ جب وہ وہاں پہنچے۔ تو سلیمہ نے ان کو مخاطب کر کے کہا۔

سلیمہ۔ جمعدار صاحب! مجھے تم شائد نہیں جانتے۔ میں مولوی عبد الجبار صاحب کی بیٹی اور مولوی سلیم اللہ صاحب کی بیوی ہوں۔ اتنا سنتے ہوئے جمعدار تو بول اٹھا۔

جمعدار۔ اوہ بی بی صاحب! آپ کو آج سہارنپور میں کون نہیں جانتا۔ اور مولوی سلیم اللہ صاحب سے کون واقف نہیں۔ آپنے تو سارے مولویوں کو نیچا دکھادیا۔ آپ کے علم کی تو بڑی تعریف ہوتی ہے۔ کیا معاملہ ہے؟

سلیمہ۔ معاملہ میں پیچھے بتاؤں گی۔ میں تمہیں اطلاع دیتی ہوں کہ۔ یہ شخص ایک مکار ٹھگ ہے۔ یہ ضرور کوئی واردات کر کے آیا ہے۔ اور یہاں بھی چند آدمی اور بعض عورتیں اس کی رازدار ہیں۔ جن میں ایک یہ زینت ہے۔ آپ ان کو اپنی نگرانی میں کر لیں۔ اور تحقیقات جاری کریں۔ میں بھی مدد دوں گی۔ اب تمہارا اختیار ہے۔ خواہ اس کو پکڑ لو

یا چھوڑ دو۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

سلیمہ کے اس بیان نے سپاہیوں کو تو حیرت میں ڈال ہی دیا۔ شاہ صاحب کے بھی ہوش اڑ گئے۔ چند لفنگے جو عورتوں کی وجہ سے پہلے ہی ادہر ادہر ہو گئے تھے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر جدہر جس کا منہ اٹھا بھاگ گئے۔ اب شاہ صاحب کو تو بھاگنے کی جرأت ہی نہ ہو سکتی تھی۔ اور زینت کو غش آگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہوش آئی۔ تو دوڑ کر سلیمہ کے قدموں پر گر پڑی۔ خدا کے واسطے مجھے بچاؤ۔ ادہر شاہ جی بھولے بھالے فقیر بن کر منتوں پر اتر آئے۔ اور وہ سارا جلال اور جوش جو سہارنپور کو الٹ دینے اور جلا کر راکھ کر دینے کا تھا۔ اتر گیا۔ اور جمعدار کو الگ لیجا کر کہنے لگے۔

شاہ جی:۔ جمعدار صاحب! یہ لڑکی دیوانی ہے۔ خواہ نخواہ فقیروں سے الجھتی ہے۔ بابا ہم تو جوگی ہیں۔ ہمارے پاس ہر قسم کے آدمی عورتیں آجاتی ہیں۔ تم تو بھلے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جاؤ اپنے راستہ چلے جاؤ۔ اس کی باتوں میں آکر فقیر کو نہ تنگ کرو۔ بابا! دعا دیں گے۔ تم کہتے ہو۔ تو یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ فقیر کا کوئی گھر گھاٹ تو یہاں ہے نہیں۔ اور اگر تم کہو بھی نہ تو بھی فقیر اب یہاں رہنے کا ہی نہیں۔ اچھا مولا خوش رکھے۔ تم کو تھانہ دار کرے۔ ہم کو رخصت کرو۔ فقیر کے پاس کیا ہے۔ جو تمہاری خدمت کرے۔ مگر خیر۔ ایک راکھ کا چٹکا تم کو بھی دیدیں گے۔

جمعدار:۔ شاہ جی! اس قسم کی باتوں سے تو اب کچھ بننے کا نہیں۔ یہ لڑکی پڑھی لکھی اور مشہور دیندار عورت ہے۔ اس کے شوہر اور والد کی بڑی عزت ہوتی ہے۔ یہ ڈرنے اور جھجکنے والی تو ہے نہیں۔ ایسا نہ ہو۔ مجھ پر بھی کوئی آفت آوے۔ یہاں سے جا کر یہ تو تھانہ میں اطلاع کرنے والی ہے۔ اور کلکٹر صاحب کو بھی لکھ دینے والی ہے۔ یہ معاملہ اگر دب سکتا ہے تو اسی کے ذریعہ۔ میں تو اب تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ اس سے کہو۔ اگر کچھ کہنا ہے۔

شاہ جی:۔ (سلیمہ کی طرف بڑھ کر اور ہاتھ جوڑ کر) بیٹی اچھا۔ دودھوں نہا۔ اور پوتوں

کہا۔ فقیر کی عزت اب تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔ فقیر کو رسوا نہ کرو۔ تمہارے ہاتھ کیا آئے گا خدا اور رسول کے واسطے میرا پیچھا چھوڑو۔ میں اس شہر کو ابھی چھوڑ دیتا ہوں۔

سلیمہ :۔ ارے باؤلے ٹھگ! اب تمہاری وہ شیخیاں کدھر گئیں۔ سہارنپور کو الٹا کرو کہا۔ اب اس سے بڑھ کر تیرے لئے اپنی کرامت دکھانے کا اور کیا موقعہ ہوگا ان سب کو اندھا کر کے بھاگ جا۔ اور ان کے قبضہ سے نکل جا۔ دکھا اب جو کچھ دکھاتا ہے میں تو تیرے جیسے شریر پر رحم نہیں کرتی۔ تجھ کو چھوڑنا نیکوں اور بھلے مانسوں پر ظلم کرنا ہے۔ میں تو تیرے معاملہ کو آخر تک پہنچاؤں گی۔ اور انشاء اللہ تو دیکھ لیگا۔ کہ تیری حقیقت کسطرح کھلتی ہے۔ میں تیری کرتوتوں سے واقف ہوں۔ اور تیرے سارے حالات ابھی کھل جائیں گے۔ تو گھبراتا کیوں ہے؟

سلیمہ نے آخری فقرے کچھ ایسی شان سے کہے۔ کہ شاہ جی کو پسینہ آ گیا مثل مشہور ہے۔ چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ایک نور فطرت عطا کیا ہے۔ وہ انسان کو بدیوں سے روکتا۔ اور بدیوں کے ارتکاب پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ ہر شخص اپنی کرتوتوں سے واقف ہوتا ہے۔ اور برے کام اندر ہی اندر اس کو ڈراتے اور دھمکاتے رہتے ہیں۔

بڑے بڑے خونی اور ڈاکو مرتے وقت دیکھتے ہیں۔ کہ وہ انسان جن کو انہوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ ان کے سامنے آکر ڈراتے ہیں۔ اور وہ چونک چونک پڑتے ہیں یہ اسی نور فطرت کا ایک نظارہ ہوتا ہے۔ اسی طرح پر شاہ صاحب کو اپنی حقیقت تو معلوم تھی۔ انھوں نے خیال کیا۔ کہ غالباً سلیمہ میرے حالات سے واقف ہے۔ اس خیال کا آنا تھا۔ کہ ان کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ اور اب تو یہ حالت ہوگئی۔ کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ بڑی جرأت سے اس نے اپنے ہواس کو قائم کیا۔ اور کہا؛

شاہ جی :۔ نیر انسان تو ہر حالت میں گنہگار ہے۔ فقیر تو اپنی خطاؤں کا خدا کی درگاہ میں ہمیشہ اقرار کرتا ہے۔ میری حقیقت کیا کھلے گی۔ جو شخص اپنے آپ کو پہلے ہی نالائق اور نکما سمجھتا ہو۔ اور وہ کیا ثابت ہوگا۔

دیکھو! میری بات مان لو۔ اور مجھ پردیسی کو ذلیل نہ کرو۔ پھر جمعدار صاحب کو خطاب کرکے کہا۔ جمعدار صاحب! دیکھو! میں نے کوئی چوری نہیں کی۔ خون نہیں کیا۔ اتنے دنوں سے یہاں رہتا ہوں۔ کوئی نقصان کسی کا نہیں کیا۔ آپ ایک عورت کے کہنے پر اس فقیری بانے (فقیری لباس) کی بے عزتی نہ کرو۔ اگرچہ فقیر کوئی عزت نہیں رکھتا اور ساری عزتیں چھوڑ کر اس رنگ کو اختیار کرتا ہے۔

بابا! ہمارا کیا ہے۔ دو روٹیاں تم حوالات میں بھی دوگے۔ اگر اس سے تم کو کوئی فائدہ ہو۔ تو چلو۔ ہم آپ تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ مگران باتوں سے کچھ نکلے گا نہیں جاؤ اپنے راستہ چلے جاؤ۔ اور فقیر اپنا بوریا اٹھا کر اپنا راستہ لیتا ہے۔

شاہ جی کو خیال تھا۔ کہ میری اس قسم کی باتوں سے معاملہ ٹل جاوے گا۔ مگر یہاں یہ بات ناممکن ہو رہی تھی۔ بلکہ اس مجمع کو دیکھ کر ادہر ادہر سے راہ چلتے لوگ جمع ہونے لگے۔ اس اثناء میں سلیمہ نے چپکے سے گاڑی والے کو کہا۔ کہ تم فوراً ان بی بیوں کو لے جاکر میرے مکان پر چھوڑ دو۔ اور گاڑی واپس لاؤ۔ وہ چلا گیا تھا۔ اور سلیمہ کو گاڑی کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ سلیمہ خود بھی چلی جاتی۔ مگر اسے یہ خیال تھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ یہ شریر اب ہاتھ سے نکل جاوے۔

غرض شاہ جی نے جب دیکھا۔ کہ نرمی سے بات نہیں نکلتی۔ تو اس نے پینترا بدلا اور نہایت جوش سے کہا۔

شاہ جی:۔ سن او جمعدار! تو اور یہ سڑی لڑکی فقیروں کو دکھ دینے پر تلے ہوئے ہو۔ اس کا انجام تو تم خود دیکھ لوگے۔ میں پھر تمہیں ایک بار کہتا ہوں۔ کہ فقیر کو تنگ نہ کرو۔ لیکن تم باز نہیں آتے۔ تو جاؤ اپنا سر کھاؤ۔ میرا کیا بگاڑ سکتے ہو؟

کون ہے مجھے گرفتار کرنے والا۔ آئے میرے سامنے۔ اور لاؤ وہ وارنٹ گرفتاری جس کی رو سے مجھ کو گرفتار کرتے ہو؟

شاہ جی۔ نے آخری فقرہ کچھ ایسے انداز سے ادا کیا۔ کہ جمعدار صاحب چوکنے ہو گئے۔ اور انھوں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ تو کوئی بہت بڑا بدمعاش ہے۔ فقیر او وارنٹ گرفتاری

کا مطالبہ کیا؟ فقیر کو کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ گرفتاری کے لئے وارنٹ کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں۔ اس قسم کے خیالات کا ایک نیا سلسلہ جمعدار صاحب کے دماغ میں دوڑ گیا ابھی جمعدار صاحب کچھ کہنے نہ پائے تھے۔ کہ سلیمہ جھٹ بول اٹھی۔

سلیمہ ۔ وارنٹ گرفتاری۔

تمہیں معلوم ہو جاویگا۔ کہ تمہاری گرفتاری کے لئے کسی وارنٹ گرفتاری کی ضرورت نہیں۔ یہ تو افسر پولیس ہیں۔ تمہارے جیسے مفرور کے لئے تو ہر شخص کو گرفتاری کا حق حاصل ہے۔

سلیمہ نے تو یہ بات سرسری طور پر کہی تھی۔ مگر شاہ جی کے رہے سہے حواس جاتے رہے اس نے خیال کیا۔ کہ دراصل سلیمہ عورت کے بباس میں خفیہ پولیس کا کوئی آدمی ہے۔ اور یہ میرے گذشتہ جرائم کے ارتکاب سے واقف ہے۔ اور کیا تعجب میری گرفتاری پر مامور ہو۔ اتفاق سے اس وقت پولیس کا آجانا ان سارے واقعات نے شاہ جی کو یقین دلا دیا کہ اب راز افشاء ہو گیا۔ پس سلیمہ کے منہ سے یہ فقرے سن کر اس سے اور تو کچھ ہو نہ سکا۔ دوڑ کر افسر پولیس کے قدموں ہی پر گر گیا۔ جس سے اس کو بھی اپنا شبہ مضبوط کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اب کیا تھا۔ شاہ جی پکڑے گئے؛

اتنے میں سلیمہ کی گاڑی بھی آگئی۔ وہ تو اپنی گاڑی میں سوار ہو کر گھر کو روانہ ہوئی اور پولیس کو اس نے ہدائیت کی۔ کہ آپ ان شاہ جی کو اپنی حراست میں رکھیں اس کے متعلق مزید ثبوت اگر یہ آپ ہی اپنے جرم کا اقبال نہ کرلے۔ تو میں دوں گی؛

غرض شاہ جی کو تھانہ میں لاکر زیر حراست رکھا گیا۔ اور تفتیش مزید ابھی شروع نہ ہوئی تھی۔ کہ شاہ جی نے خود اقرار کر لیا۔ کہ فی الواقعہ وہ ایک ڈکیتی کے جرم میں ماخوذ ہوا تھا۔ مگر کسی چالاکی سے وہاں سے بھاگ نکلا اور اب صرف وہ ڈکیتی کے جرم کا مجرم ہے۔ بلکہ مجرم مفرور بھی ہے اس کا یہ بیان کرنا تھا۔ کہ تھانہ کے کاغذات کے ملاحظہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ اس کی مفروری کا اعلان باضابطہ سرکاری گزٹ میں ہو گیا تھا۔ یہ دیکھکر تھانہ والوں کو ایک مجرم کی اتفاقیہ گرفتاری کیوجہ سے بڑی خوشی ہوئی؛ شاہ جی تو باضابطہ تلاشی کے بعد حوالات میں دیدئے گئے ہیں۔ اور ہم اب انکو سہارنپور ہی کی حوالات میں سردست کچھ دنوں کے لئے آرام کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں؛

چوتھا باب

مسیح یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے!

سکینہ کے دل پر سلیمہ کی باتوں کا ایک گہرا اثر ہو چکا تہا اور قریبًا ناممکن ہو گیا تھا۔ کہ کوئی شخص اس اثر کے نقوش کو دور کر سکے جولیا نے ایک حد تک کوشش کی۔ کہ سکینہ کے متعلق زنانہ مشن کمیونڈ میں اسبات کو پہنچنے ندے کہ وہ مسیحی مذہب سے متردد ہو چکی ہے اگرچہ اس کی یہ کوشش سکینہ کے فایدہ کے لئے نہ تہی بلکہ دراصل اپنی کمزوری کو چھپانے کیلئے تھی مگر آخر یہ راز زیادہ دیر تک مخفی نہ رہ سکا اور ہوتے ہوتے سہارنپور کے مشنری پادری نیوٹن صاحب تک پہونچا۔ انہوں نے جب سنا کہ سکینہ جسکا شوہر سہارنپور کے مدرسہ علم الٰہی کا ایک ہونہار نوجوان ہے عیسائی مذہب کے متعلق شکوک پیش کئے دوسروں پر اپنا اثر ڈال رہی ہے تو پادری صاحب کی حیرت اور رنج کی کوئی حد نہ رہی انہیں یہی خیال نہ تہا کہ سکینہ ان کے دام سے نکل جائیگی بلکہ ان کو یہ فکر دامنگیر ہو گئی کہ اگر سکینہ کی تسلی نہ کی گئی تو ممکن ہے اس کے زیر اثر بہت روحوں کو مسیحی گلہ سے نکلنا پڑے۔ اس لئے انہوں نے مختلف طریقوں سے چاہا کہ یہ اثر کم ہو جاوے۔ مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ سکینہ کو پادری صاحب کی میم صاحبہ اور دوسری معزز وقتہ لیڈیوں نے ہر چند سمجہایا اور کہا کہ آپ اس قسم کے خیالات کی یہاں اشاعت نہ کریں اور اپنا

اعتراضوں کی بجائے دعائیں گذاریں ۔ مگر سکینہ نے ان سب کو اپنے موقعہ پر یہی جواب دیا کہ تم میری تسلی کرو اور مجھے سمجھاؤ۔ ورنہ اس مذہب کو چھوڑ کر اسلام اختیار کرو۔ سکینہ جب یہ جواب دیتی تو بعض حق پسند طبیعت رکھنے والی خاتونیں بے اختیار کہہ دیتیں کہ بہن تم کہتی تو کچھ ہو سچ ہی ہو۔ مگر شاید ہم خداوند کی حقیقت کو نہ سمجھ سکتی ہوں اس پر سکینہ کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ کیا مسیحی مذہب میں ایک بھی شخص نہیں جو مسیحی حقیقت سے واقف ہو اور دوسروں کو سمجھا سکے کم از کم پادری صاحب تو اس سے واقف ہونے ضروری ہیں اس قسم کے جواب کا نتیجہ خاموشی ہوتی ۔ آخر پادری صاحب نے خود مناسب سمجھا کہ وہ سکینہ سے گفتگو کر کے اسکی تسلی کرنے کی کوشش کریں ۔ چنانچہ ایک دن شام کے ۴ بجے پادری صاحب نے سکینہ اور اس کے شوہر کو چاء پر بلایا ۔ اور ان میں حسب ذیل گفتگو ہوئی

پادری صاحب:۔ "بیٹی سکینہ میں سنتا ہوں تمہیں عیسائی مذہب کے متعلق کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں کیا یہ سچ ہے؟

سکینہ:۔ "ہاں جناب یہ بات درست ہے ۔ مجھے تو مسیحی مذہب جو اب ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے بہت ہی برا مذہب معلوم ہوتا ہے ۔

پادری صاحب:۔ "خداوند تم پر رحم کرے ایسی بات منہ سے نکالنا کفر کی بات ہے

سکینہ:۔ "میں تو اس کو کفر نہیں سمجھتی بلکہ مسیحی مذہب کی تعلیم کو تسلیم کرنا کفر ہے ۔

پادری صاحب:۔ "دیکھو تم حد سے مت بڑھو مسیحی مذہب ہی دنیا میں ایک مذہب ہے ۔ جو ایمان اور محبت کو پیدا کرتا ہے ۔

سکینہ:۔ "اگر ایمان سے مراد وہ قوۃ ہے جو انسان کو ہر قسم کی بدیوں اور گناہوں سے بچاتی ہے تو مسیحی مذہب کے عقاید اسکے دشمن ہیں اور اگر محبت سے مراد بدیوں سے محبت ہے تو مسیحی مذہب پیدا کرتا ہے لیکن اگر نیکی اور پاکیزگی سے مراد ہے تو پادری صاحب میں اسکو تسلیم نہیں کر سکتی "

پادری صاحب:۔ "دیکھو تم کو شیطان نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے تم دعا سے کام لو"

سکینہ:۔ "اسی لئے تو میں کہتی ہوں کہ مسیحی مذہب کے عقائد ایمان نیکی اور پاکیزگی کے دشمن

ہیں۔ بھلا پادری صاحب جب مسیح کو مان کر اس کے خون پر اعتقاد کر کے لینے کے بعد گناہ معاف ہو گئے تو پھر تو روح القدس کا ہمارے ساتھ تعلق ہونا چاہیئے۔ شیطان کا کام کیا؟ کیا گناہوں سے پاک ہو جانیکے بعد بھی شیطان ہمیں آزماتا ہے اور دکھ دیتا ہے۔

پادری صاحب:۔ او بھولی لڑکی تم نے مسیح کے خون پر ایمان ہی نہیں پیدا کیا۔"

سکینہ:۔ پادری صاحب جس طرح دوسرے لوگ بپتسمہ لیتے ہیں اسی طرح میں نے بھی لیا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ میرا اور ان کا ایمان جدا جدا ہے۔

پادری صاحب:۔ جدا تو خود ہی ہو گیا جبکہ شیطان تمہیں آزماتا ہے ایماندار کو شیطان نہیں ہلا سکتا۔"

سکینہ:۔ تو پادری صاحب اس سے تو میں خداوند مسیح کے برابر ہو گئی کیونکہ ان کو بھی شیطان چالیس روز تک آزماتا رہا اور مسیح اس کے ساتھ ساتھ رہا جیسا کہ انجیل میں اس کا ذکر ہے۔

پادری صاحب:۔ نادان لڑکی اس قسم کے خیالات کو سر سے نکال دو خداوند تمہاری مدد کرے گا۔"

سکینہ:۔ خیالات میں پیدا نہیں کرتی۔ یہ سر میں آپ پیدا ہوتے ہیں۔ ابھی خداوند کی مدد جب یہودیوں نے اس کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا اور کہا کہ تو اتر آ۔ تو وہ اپنی مدد کچھ بھی نہیں کر سکے میری مدد کیا کرینگے یہ خیالات غلط ہیں اسی قسم کی باتوں نے مسیحی مذہب کو کھوکھلا کر دیا ہے۔

پادری صاحب:۔ تم نے اس حقیقت کو سمجھا نہیں۔

سکینہ:۔ پھر آپ نے سمجھا ہے تو مجھے سمجھا دیں۔

پادری صاحب:۔ سمجھنے کیلئے ایمان کی ضرورت ہے ایمان کے بغیر انسان ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔"

سکینہ:۔ کوئی ایسا ایماندار موجود بھی ہے جس نے سمجھا ہو اور دوسروں کو سمجھا سکے۔"

پادری صاحب:۔ کیوں نہیں بہت ہیں اور ہم سب سمجھتے ہیں مگر تم پر شیطان کا سایہ ہو گیا ہے اس لئے تم اس کو عجیب سمجھتی ہو۔

سکینہ:۔ شیطان کا سایہ مجھ پر کس طرح ہوا؟ شیطان کا سایہ تو اس شخص پر ہو گا جو انسان

ہو کر ایک انسان اور آدمزاد کو ہاں وہ جو عورت سے پیدا ہوا خدا کا بیٹا کہے سکینہ کا شوہر جو اس وقت تک خاموش تھا اس نے اپنی کارگزاری دکھانے اور پادری صاحب کی حمایت کا اظہار کرنے کیلئے اس موقعہ پر بولنا پسند کیا اور نہایت جوش اور غصہ کے لہجہ میں بولا

شوہر:۔ سکینہ! بس بس اپنی زبان کو روک اور اس بکواس کو چھوڑ دے۔ میں خدا کے مقدس کارندوں کے حق میں اس قسم کے الفاظ نہیں سن سکتا تو کفر بکتی ہے

پادری صاحب:۔ کو سکینہ کے شوہر کی اس غیرت نے بہت خوش کیا اور انہوں نے غنیمت سمجھا کہ اب میاں بیوی ہٹ لینگے مگر سکینہ نے اپنے شوہر کی بات تو سن لی جواب دیتے وقت خطاب پادری سے ہی کیا۔

سکینہ۔ پادری صاحب! یہ مسیحی تعلیم اور اخلاق کا اثر ہے کہ ایک ناتوان عورت پر اسلئے آوازہ کسا جاتا ہے کہ وہ عورت ہے اور کیوں سچ کہتی ہے آپ انصاف کریں کہ کیا میں کفر بکتی ہوں یا وہ عقیدہ کفر ہے جسکا میں نے اوپر ذکر کیا ہے گو میں اپنے شوہر کو معذور سمجھتی ہوں۔ مسیح نے اگر انجیل کا یہ واقعہ درست ہے اپنی والدہ کو ڈانٹ کر مسیحی لوگوں کو دلیر کر دیا ہے کہ وہ عورت ذات کی کچھ بھی عزت نہ کریں۔

شوہر (پادری صاحب سے) جناب آپ اس مجنون عورت سے کلام نہ کریں میں اس کو ڈنڈے سے درست کرونگا۔ لاتوں کے بھوت بات سے نہیں مانا کرتے۔

قبل اس کے کہ پادری صاحب کچھ جواب دیتے سکینہ نے کہا۔

سکینہ:۔ کیوں پادری صاحب۔ مسیح کا وہ پہاڑی وعظ ہاتھی کے کھانیکے دانت ہیں یا دکھانیکے؟ کیا ایسی ہی لوگوں سے آپ توقع کرتے ہیں کہ وہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرا پھیر دیا کرینگے تا کہ عملی طور پر مسیحی تعلیم کی خوبی ظاہر ہو۔

پادری صاحب:۔ سکینہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے چاہا تھا تمہیں علم اور معرفت کی باتیں سکھاؤں اور خداوند کی محبت تمہارے دل میں پیدا کردوں مگر تم اتنے عرصہ تک عیسائی رہ کر بھی کوری کی کوری ہو۔

سکینہ:۔ پادری صاحب میں تو دل سے چاہتی ہوں کہ کچھ علم اور معرفت حاصل کروں مگر بجائے اسکے

میرے سامنے تو وہ کچھ پیش کیا جاتا ہے جسکا اس سے کوئی تعلق نہیں آپ ہی انصاف کریں کہ کیا میری باتوں کا یہی جواب ہے۔

پادری صاحب :۔ نہیں نہیں ہم تم سے بحث نہیں کرتے اور نہ اس غرض کیلئے تم کو بلایا تھا اگر بحث کرنی مقصود ہوتی تو تم سے نہیں بلکہ اس خود لپسند لڑکی سے کرتے جو تمہیں بہکاتی ہے۔

سکینہ :۔ کیا آپ کی مراد سلیمہ خاتون سے ہے۔

پادری صاحب :۔ ہاں وہی جو ابھی ابھی قادیانی مذہب کو قبول کر کے آئی ہے۔

سکینہ :۔ پادری صاحب وہ تو بڑی نیک اور قابل بی بی ہے اس سے بحث کرنا تو آسان کام نہیں۔ یہاں کے مولویوں سے تو اس کا مقابلہ نہ ہو سکا۔ آپنے ایسا ارادہ نہ کرنا ورنہ بڑی مشکل ہوگی۔ آپ میرے معمولی سوالات کا تو جواب دینے میں گھبراتے ہیں حالانکہ میں ابھی تک آپ کے زیر اثر اور مسیحی شوہر کی بی بی ہوں اسکی تو ایک بات کا ہی آپ جواب نہ دے سکیں گے۔

پادری صاحب :۔ نادان لڑکی! تم کو کیا معلوم ہے مولوی عماد الدین اور صفدر علی جیسے علماء اسلام نے اسلام کو چھوڑ کر مسیحیت اختیار کرلی انہوں نے اسلام پر وہ اعتراض کئے ہیں جنکا جواب مسلمانوں سے نہیں بن سکا۔

سکینہ :۔ دیکھو صاحب میں مسیحی ضد نہیں رکھتی جو بات مجھے نہ آتی ہو میں اسکا اقرار کرونگی میں اسلام پر اعتراضوں کا جواب دینے کو طیار نہیں نہ میں نے اسلام کی بابت ابھی مطالعہ کیا ہے ہاں مسیحی مذہب پر جو اعتراض مجھے پیدا ہو گئے ہیں اسکا جواب آپ دیسکتے ہیں تو دیں میرے دل میں بیشک یہ آتا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسکو انسان قبول کر سکتا ہے مگر میں ابھی اسکا ثبوت نہیں دیسکتی۔ آپ کو ضرورت ہے تو میں سلیمہ سے کہہ سکتی ہوں وہ ضرور آپ کے اعتراضوں کا جواب دیگی یا دلائیگی اور اگر اسے معلوم ہوگا کہ آپ کے پاس کوئی صداقت ہے تو وہ اسکے لینے میں تامل نہیں کریگی

پادری صاحب کو سکینہ کے اس بیان سے اتنا معلوم ہو گیا کہ سکینہ اسلام کے اصولوں کے

ثابت کرنے سے قاصر ہے اور اسکے معلومات وسیع نہیں ۔ ہاں وہ اسلام سے محبت اور دلچسپی رکھتی ہے اسلئے بہتر ہے کہ اسلام سے اسے بدظن کرنیکے لئے اسلام پر اعتراض کئے جاویں یا مسیحی عقاید کی تائید کا کوئی پہلو قرآن شریف سے یا مسلمانوں کے عام عقاید سے پیدا کیا جاوے اور چونکہ پادری صاحب کو یہ بھی یقین ہوگیا تھا کہ سکینہ سلیمہ کی باتوں سے متاثر ہو چکی ہے اسلئے بہتر یہ ہوگا کہ سلیمہ ہی کو خاموش کرایا جاوے ۔ جب تک یہ نہوگا اس وقت تک ہمارا مشن کمپونڈ امن میں نہیں رہ سکتا ۔ یہ خیالات خون کی حرکت کیطرح فوراً اسکے دماغ میں گذر گئے ۔ اور انہوں نے جھٹ بلا تامل یہ کہدیا کہ اچھا اگر آپ کو عیسائی مذہب کے متعلق کچھ شکوک پیدا ہو گئے ہیں اور اسلام کو تم پسند کرتی ہو تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سلیمہ ہمارے ساتھ عیسائیت اور اسلام پر گفتگو کرے ۔ پادری صاحب کا یہ کہنا تھا کہ سکینہ خوشی سے اوچھل پڑی اور بولی کہ ہاں پادری صاحب یہ طریق مجھے بہت پسند ہے مگر میں اسکے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی ۔ جب تک سلیمہ سے دریافت نہ کرلوں ۔ میں آج شام ہی کو اس سے جاکر فیصلہ کرائی ہوں ۔

پادری صاحب :۔ جانیکی کچھ ضرورت نہیں تم اسے ایک خط لکھدو اسکے جواب سے معلوم ہوجائیگا ۔

سکینہ :۔ خط میں میں سارا قصّہ آپکی ملاقات کا تو نہیں لکھ سکتی ۔ زبانی ساری باتیں ہو جاوینگی اور میں بہت جلد تاریخ اور وقت کا فیصلہ کرلونگی

پادری صاحب :۔ ایک طرف تو چاہتے تھے کہ اسکی کمزوری کا اظہار نہ ہو دوسری طرف انکی یہ بھی غرض تھی کہ کسی طرح معاملہ ذرا لمبا ہو جاوے تاکہ اسکے متعلق پورے طور پر وہ مشورہ کرکے تیار رہوں ۔ اسلئے اس نے سکینہ کو بہرحال اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ بذریعہ خط سکینہ سے مناظرہ کا فیصلہ کرے ۔ اس کے بعد پادری صاحب نے سکینہ سے کہا کہ تم کو معلوم ہو جائیگا کہ دنیا میں مسیح کے سوا کوئی نجات دہندہ نہیں ۔ کیونکہ وہ سب سے افضل ہے ۔

سکینہ :۔ پادری صاحب ! واقعات اور حالات تو مسیح کو افضل نہیں ثابت کرتے خصوصاً حضرت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے

پادری صاحب :- تمنے کتاب مسیح یا محمد نہیں پڑھی ہوگی اس واسطے اس گمراہ لڑکی کی باتیں سنکر تمہیں ایسا خیال پیدا ہوا ہے تم اپنے گھر میں اس مسئلہ پر اپنے شوہر سے بات چیت کر سکتی ہو۔ اور مجھے تو اس وقت بعض اور ضروری کام مشن کے کرنے ہیں اگر تم چاہو تو اس مناظرہ میں مسیح یا محمد ہی ایک سوال رکھلو۔ یہ کہکر پادری صاحب نے سکینہ اور اسکے شوہر کو رخصت کیا مگر آپ عجیب سوچ و فکر میں ڈوب گیا۔ وہ حیران تھا کہ اگر یہ مباحثہ جسکی بیں نے آپ ہی تحریک کردی ہے نہ کروں تو سارے مشن پر اسکا بُرا اثر پڑیگا۔ اور یہ لڑکی تو اب عیسائی نہیں رہ سکتی اور اگر مباحثہ کرتا ہوں تو قادیانی سلسلہ کے لوگ کچھ ایسی طرز پر عیسائیوں سے بحث کرتے ہیں کہ کوئی راستہ باقی نہیں رہ جاتا۔

سکینہ پادری صاحب کو ان خیالات میں چھوڑ کر اپنے گھر آئی اور اس نے آتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ سلیمہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا :-

خط

پیاری بہن سلیمہ :- خدا تمہارے ساتھ ہو :-

میں خدا کا شکر کرتی ہوں کہ اس نے مجھے آپ جیسی شریف الطبع اور ہمدرد بہن سے ملنے کا موقعہ دیا میں نے آپ کی باتوں سے بہت فائدہ اوٹھایا ہے۔ میرا دل عیسائی مذہب کے موجودہ عقاید کے متعلق گھبراتا ہے اور مجھے ان سے تسلی نہیں ملتی۔ بلکہ اسلام کیطرف متوجہ ہے میں محسوس کرتی ہوں کہ میرے اندر ایک جنگ شروع ہے۔ ایک طرف مشن کے آرام و آزادی کو دیکھتی ہوں تو نفس اس سے الگ ہونیکی ترغیب دیتا ہے دوسری طرف یہ خیال کرتی ہوں کہ اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا۔ آخر مرنا اور خدا کے حضور جانا ہے تو میں پسینہ پسینہ ہو جاتی ہوں دیر دیر تک میرا دل دھڑکتا ہے اور طبیعت بے چین رہتی ہے کہ جب مجھپر حق کھلتا ہے تو میں کیوں اپنے نفس کے آرام چند روزہ کا خیال کرکے اسکے قبول کرنے سے باز رہوں غرض میرے دل کی یہ کیفیت اور حالت ہے۔ مشن کمپونڈ میں میری نسبت بہت کچھ چرچا ہوتا ہے اور گھر میں تو رات دن یہی تذکرہ رہتا ہے میں دیکھتی ہوں کہ میرا شوہر باوجودیکہ وہ مجھسے بہت محبت رکھتے ہیں لیکن اس مذہبی گفتگو میں میرے عقاید میں کمزوری دیکھ کر بعض وقت سخت ناراض ہو جاتے

میں اور کبھی کبھی وہ صاف طور پر اپنی آئندہ مشکلات کو جو میری وجہ سے مالی معاملات کے متعلق پیدا ہو سکتی ہیں بطور سپارش پیش کرتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ اگر تم مسیحی عقاید سے متفق نہیں ہو تو صرف ظاہری طور پر مسیحی رہو۔ ان کے متعلق جھگڑا اور بحث نہ کرو۔ میں انکی حالت کو دیکھتی ہوں تو بعض وقت رحم آجاتا ہے۔ اور نفس دھوکا دیتا ہے کہ اچھا اپنے ایک غمگسار رفیق اور دنیا میں حقیقی رشتہ دار کی خاطر خاموشی اختیار کر لوں مگر پھر اندر سے سنتی ہوں کہ سچ کے قبول میں دلیر ہونا چاہیئے یہ رشتے اور تعلقات دنیا میں عارضی اور آنی ہیں اُن کو کوئی بقا نہیں اگر خدا تعالی کو ناراض کیا تو یہ رشتہ دار کسی کام نہ آسکیں گے۔ غرض ایک عجیب قسم کی ادھیڑبُن میں لگی رہتی ہوں یہ تو میری عام حالت ہے۔ آپ دعا کریں کہ مجھے اس کش مکش سے نجات ہو۔ یہ چٹھی جس غرض اور مطلب کیلئے آپ کو لکھ رہی ہوں وہ اسکے سوا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ مشن کمپونڈ میں میرے متعلق عام چرچا ہو رہا ہے یہانتک کہ یہ خبر پادری ہُوٹن صاحب کو بھی پہونچی پہلے تو انہوں نے اپنی میم صاحبہ کو میرے پاس بھیجا اور انہوں نے مختلف رنگوں میں مجھے سمجھایا آخر جب انھوں نے دیکھا کہ نتیجہ حسب مراد نہیں نکلتا تو پادری صاحب نے مجھے اور میرے شوہر کو بلا کر بہت کچھ گفتگو کی مگر افسوس ہے یا خوشی کی بات ہے کہ وہ اپنے مطلب میں کامیاب نہ ہو سکے میں نے مناسب موقعہ جو میری سمجھ میں آیا ان کو جواب دیا۔ اور وہ میرے جواب کا کوئی جواب تو نہیں دے سکے لیکن انہوں نے یہ خواہش کی ہے کہ آپ سے ایک زبردست مباحثہ عیسائیت اور اسلام پر ہو جاوے۔ کوئی پادری عماد الدین اور صفدر علی گذرے ہیں انہوں نے اسلام کے خلاف بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ انکا بھی ذکر پادری صاحب نے کیا اور مجھے تحریک کی کہ میں آپ کو لکھوں کیں کوئی صورت ایسی ہونی چاہیئے کہ اب مباحثہ ہو کر معاملہ صاف ہو جاوے اور اگر آپ نے انکار کر دیا تو میں جھوٹی قرار پاؤں گی۔ اور اثر مجھ پر تو کچھ ہو یا نہ ہو مگر دوسری عورتوں پر برا پڑے گا۔ اسلئے جسطرح بھی ممکن ہو آپ کوشش کر کے اس میدان میں ایکبار نکلیں۔ میری سمجھ میں عیسائیت اسلام کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور آپ تو بڑی سمجھدار عربی ہیں۔ مگر ان پادریوں کی کتابوں کو دیکھ لینا چاہیئے تاکہ ان کے جوابات کا آپ کو خیال رہے۔ ابھی تک کوئی شرائط مباحثہ کے طے نہیں ہوئے۔ آپ کی منظوری کے بعد یہ سب ضروری

غرض اگر وہ پسند کریں تو میں کسی عالم کو باہر سے بلوالوں اور اگر نہیں بہر حال مجھ سے ہی گفتگو کرنی ہی تو میں انکار نہیں کرتی۔ لیکن اس کا جواب بعد میں دونگی۔ اسواسطے کہ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ہم لوگ ایک شخص کے ماتحت ہیں جو ہمارا امام ہی اسکی اجازت اور منظوری پہلے سے ہمیں حاصل کرلینی ضروری ہے۔ میں بہت جلد آپکے خط کا کسی قدر تفصیل سے جواب دونگی آپ تسلی رکھیں یہ مناظرہ انشاء اللہ ہو جائے گا۔ ہاں خدا سے دعا کرنی چاہئیے کہ ہماری غرض حق کو لینا ہو۔ (تمہاری خیر خواہ سلیمہ)

سلیمہ کے اس خط نے سکینہ کے ایمان میں تو ایک قسم کی ترقی دی اگر مشن کمپونڈ میں اس سے دوسرے رنگ میں خوشی ہوئی کہ غالباً سلیمہ مباحثہ سے گریز کریگی۔ ادہر سلیمہ نے دعاؤں پر زور دینے کا سلسلہ تو جاری کر دیا تھا۔ اور دار الامان میں ایک خط کے ذریعہ اصل واقعات گذارش کر کے مناظرہ کی اجازت چاہی۔ قادیان سے جو جواب اسکو ملا اسکا خلاصہ یہی تھا کہ

مباحثات اور مناظرات میں ہماری غرض کبھی یہ نہیں ہونی چاہئیے کہ ہماری بات رہ جاوے بلکہ اصل غرض حق پہنچانا اور حق کی بات کو قبول کر لینا ہو۔ خود کبھی مباحثہ کی درخواست نہیں کرنی چاہئیے۔ ہاں اگر کوئی مجبور کرے تو خدا تعالےٰ سے توفیق مانگ کر حق کے ظاہر کرنے سے کبھی گھبرانا نہیں چاہئیے۔ اپنی غلطی اور کمزوری کو جو انسان قبول کر لینے کے لئے طیار رہتا ہی اسپر حکمت اور دانائی کی باتیں کھولی جاتی ہیں۔ پس مناظرات میں خواہ وہ کسی سے بھی ہوں۔ سب سے اول اپنی نیت کو دیکھ لو کہ کیا تم اسلئے کرتے ہو کہ لوگ تمہیں بڑا عقلمند یا بولنے والا یا لکھنے والا یا عالم فاضل تسلیم کریں۔ اگر یہ غرض ہی تو ایک کوڑی بھی اسکی قیمت خدا کے نزدیک نہیں اسلئے پہلے نیت کو درست کرو۔ اور محض خدا کی رضا اور حق کی اشاعت تمہارا مقصود ہو۔

پھر متواتر دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے حضور سے اس صحیح علم کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ جو حجت ہو سکتا ہے۔ دعاؤں کی کثرت ہو۔ اور ان ایام مناظرہ میں بہت ذکر الٰہی کرو۔ کیونکہ ذکر الٰہی فتح و کامیابی کا ذریعہ ہی قرآن میں فرمایا ہی واذکروا اللہ کثیر العلکم تفلحون یعنے کثرت سے ذکر الٰہی کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام والی دعا رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یعنے اے میرے رب میرے سینہ کو کھولدے اور میرے لئے معاملہ کو آسان

کرے اور میری زبان کی گرہیں کھولدے تاکہ میں صفائی کے ساتھ بول سکوں۔

اور پھر وہ دعا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی گئی رب زدنی علما۔ اے میرے رب میرے علم کو بڑھا پھر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کثرت سے پڑھو۔ سورہ فاتحہ پڑھو لاحول اور استغفار کرو۔ اور ان تمام دعاؤں کے اول آخر میں کثرت سے درود شریف پڑھو۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت بڑے بڑے مشکل معاملات کو حل کر دیتی ہے کبھی دشمن کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت ایسی کوشش نہ کرو کہ اسکو مغالطہ یاد ھوکہ دو۔ جو بات کہو صاف ہو اور کھلی کھلی ہو۔ اگر کسی موقعہ پر مشکل پیش آوے وہ مجلس میں ہو یا خلوت میں فوراً خدا تعالےٰ سے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رحم کریگا۔ یہ تو مناظرات کے وقت کا ایک عام دستور العمل ہے جو تمہارے مدنظر ہو۔

اسکے علاوہ مناظرہ ہمیشہ تو تحریری ہو۔ جو لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں انکے لئے یہ بہت آسان ہے کہ اپنے کسی بیان کا انکار کر دیں یا اسکے خلاف کہدیں۔ اور اگر یہ بات نہ بھی ہو تو مومن کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جو مفید نہ ہو۔ تحریریں محفوظ ہو کر دوسروں کے لئے مفید ہو سکتی ہیں۔ کم از کم کوئی سعید روح ان سے فائدہ اٹھائے گی وقت مقررہ ہو یعنی جس قدر عرصہ تک ایک فریق اپنا مضمون لکھے یا سنائے اسی قدر عرصہ تک دوسرا فریق۔

امن کا انتظام ہو۔ اور اسکے لیئے دو معزز آدمی دونوں فریقوں کے میر مجلس ہوں۔ اگر سننے والوں کی تعداد مقرر ہو۔ اور داخلہ ٹکٹ کے ذریعہ ہو تو بہتر ہے کیونکہ اس طرح پر صرف شریف اور سمجھدار لوگ ہی ہونگے شور کرنے والے مجلس میں نہ آسکینگے لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو خیر انتظام امن کی صورت میں عام جلسہ نہ ہو تو حرج نہیں مگر عام جلسہ میں سرکاری انتظام ضرور ہو۔

مضامین جن پر گفتگو ہو پہلے سے مقرر کر لینے چاہئیں۔ اور سب سے پہلے استخارہ کر لو۔ استخارہ بڑی ضروری اور بابرکت چیز ہے۔ ہر نئے کام میں دین کا ہو یا دنیا کا استخارہ کر لینا چاہیئے۔ بعض لوگ بیوقوفی سے لکھدیا کرتے ہیں۔ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست وہ احمق ہیں۔ اگر استخارہ کی ضرورت نیک کاموں میں نہیں تو کیا برے کاموں میں ہوتی ہے اس قسم کے خیالات سے خدا کی پناہ مانگتے رہو اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ استخارہ کو فال یا رمل کی صورت نہیں۔ جیسے ہندو یا دوسرے

مشرک لوگ ہر کام کرنے سے پہلے مہورت پوچھتے ہیں اور نجومیوں اور دوسرے فال دیکھنے والوں سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کام کب کرنا ٹھیک ہوگا۔ فلاں سفر کب مناسب ہے۔ ان کم عقلوں نے اصل راہ کو چھوڑ دیا۔ غیب کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں کو جب چاہتا ہے غیب پر اطلاع دیتا ہے جو وہ دنیا میں پیشگوئیوں کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ جو دشمن کی ہلاکت اور اپنی کامیابی پر مشتمل ہوتی ہیں یا بعض اور معاملات کے متعلق ہوتی ہیں۔ نبیوں یا رسولوں کی بھی یہ حالت نہیں ہوتی کہ کوئی شخص جب چاہے ان سے غیب کی باتیں دریافت کرے۔ ایسی جرأت خدا تعالےٰ کے حضور گستاخی ہے اور نبیوں کی بھی گستاخی ہے نبی اور رسول خدا کی بزرگی اور جلال کا ادب کرتے ہیں۔

غرض غیب کا علم کسی کو نہیں ہوتا یہ نجومی اور رمال لوگ جھوٹے ہیں ان کو غیب سے خدا نے کوئی حصہ نہیں دیا۔ اس طرح مشرک لوگوں نے اصل راہ کو چھوڑ دیا۔ جو یہ تھی کہ وہ ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے استخارہ کرتے۔ استخارہ میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جس کام کے متعلق استخارہ کیا جائے۔ اس کے نتیجہ سے اطلاع مل جاوے۔ اور نہ اس غرض سے استخارہ ہوتا ہے۔ بلکہ استخارہ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے ناقص اور محدود علم اور عقل کی وجہ سے نہیں جانتا کہ اس کام کا انجام کیا ہو۔ وہ دین اور دنیا میں مفید اور بابرکت ہے تو سامان پیدا کر دے اور اگر مفید و بابرکت نہیں تو یا اس میں کوئی روک ہو جاوے یا اس کے مضر اثروں کو دور کر دے یہی استخارہ کی غرض اور حقیقت تو یہ ہے تم کم از کم سات استخارہ کرو استخارہ کی نماز کا طریق یہ ہے۔

طریق نماز استخارہ

استخارہ کے معنی لغوی معنی استخارہ کے طلب خیر (بھلائی چاہنے) کے ہیں۔ اور نماز استخارہ سے مراد وہ نماز ہے۔ جب انسان کوئی غیر معمولی کام کرنے لگے یا کوئی ضرورت پیش آ جاوے اور حصول مقصد کے لئے کوئی تدبیر کرنے کا ارادہ ہو تو چونکہ عاجز انسان انجام کار سے تو واقف نہیں ہوتا۔ کہ مفید ہوگا یا غیر مفید کیونکہ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسلئے خدا تعالےٰ سے اس موقعہ پر طلب خیر کے لئے جو نماز پڑھی جاوے وہ استخارہ کی نماز یا استخارہ کہلاتا ہے۔

استخارہ کا طریق مسنون استخارہ کا طریق مسنون یہ ہی کہ اوقات محرمہ کے علاوہ جب چاہے بہ نیت استخارہ دو رکعت پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یایھا الکفرون اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ پڑھے پھر نہایت عجز و انکسار سے یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدِرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ (ترجمہ) خداوندا میں تیرے علم کی استعانت سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں۔ اور تیری قدرت کے ذریعہ سی اس خیر و برکت کی تحصیل پر طلب قدرت کرتا ہوں اور تیرے فضل بزرگ میں سی کچھ مانگتا ہوں کیونکہ تو سب طرح کی قدرت رکھتا ہی اور میں کچھ قدرت نہیں رکھتا تو سب کچھ جانتا ہی اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہی۔ خداوندا! تو جانتا ہی کہ جس کام میں قصد رکھتا ہوں اگر وہ میرے دین و ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار دنیا و آخرت میں بہتر ہے تو اسے میرے لئے آسان کر اور اسکی مجھے توفیق دے اور پھر اس میں مجھی برکت دے خداوندا اگر تو جانتا ہی کہ یہ کام میرے دین و ایمان اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرت میں بدتر ہے تو اسکو مجھ سے اور مجھکو اس سے پھیر دے اور جہاں کہیں بہتری ہو میرے لئے مقدر کر پھر اس سی مجھے راضی کر دے۔

ھٰذَا الْاَمْر کی جگہ اس امر کا نام لے جس کے لئے استخارہ کرنا ہی یاد رہے کہ غیر مشروع امور میں استخارہ درست نہیں۔ وہ تو پہلے ہی حرام ہی۔

پس دعاؤں کے بعد حق پہنچانے کے لئے اور اسلام کی عزت و جلال کے ظاہر کرنے کے لئے تم بیشک مناظرہ کر لو۔ اور اگر پسند کرو اور ضرورت سمجھو تو یہاں سے بعض علماء کو بھیجدیا جاوے لیکن اگر وہ تم سے ہی گفتگو کرنا چاہیں تو خدا پر توکل کرکے کرو تمہارے پاس حق ہے۔ حق کے لیے خدا تعالے نے غالب ہونا مقدر کر رکھا ہے باطل کبھی حق پر غالب نہیں آسکتا یہ ہمارا یقین ہی اسلام حق ہے۔ اور اسکی حقیقت کا ثبوت خدا کے فضل سے اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ ہے جس نے ثابت کیا کہ اسلام

زندہ مذہب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم زندہ نبی اور قرآن شریف زندہ کتاب اور اسلام کا خدا ہی اکیلا اور زندہ خدا ہے۔ پادری لوگ اسلام کو ایک بری شکل میں دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور چالاکیوں سے اس نور کو بجھانا چاہتے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ دجّالی فتنہ پاش پاش ہو خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہو (آمین)

اس خط کے پڑھنے سے سلیمہ کو جو تسلّی اور اطمینان ہو سکتا تھا وہ ظاہر ہے اسکے ایمان میں ایک قوت آگئی اور اسنے دعاؤں پر پہلے سے زیادہ زور دینا شروع کیا اور سکینہ کو مناظرہ کی منظوری کا ذیل کا خط لکھدیا۔

سکینہ کے نام خط

پیاری بہن سکینہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کی راہ دکھائے۔

میں آج خدا کے فضل سے اس قابل ہو گئی ہوں کہ آپ کو باقاعدہ مناظرہ کی اطلاع دوں اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے اور خدا کے نزدیک یہی پسندیدہ اور کامل مذہب ہے اسلام کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائیگا۔ آپنے اپنے مشنری صاحب کے اشارہ سے "اسلام اور مسیحیت" کے متعلق مباحثہ کی دعوت دی تھی۔ اگرچہ مباحثات کرنے والے بہت ہی کم ایسے ہوتے ہیں جو خدا کے خوف سے تحقیق حق کے خیال سے گفتگو کریں اسلیئے ہم کو محض خدا کی رضا کے لیئے اور حق کے ظاہر کرنے کے واسطے یہ گفتگو کرنی چاہیئے میں ہر طرح سے اسلام کی خوبیاں ظاہر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر کسی اور عالم سے گفتگو کرنا مقصود ہے تو بلایا جاسکتا ہے۔

شرائط بہت مختصر ہونگی آپنے مباحثہ کی دعوت دی اسلیئے امن اور انتظام جلسہ آپکے ذمہ ہوگا بہتر ہے سرکاری اجازت لے لیں۔ فریقین کے آدمی مقررہ تعداد میں شامل ہوں مباحثہ تو تحریری ہوگا وقت مقرر ہوگا۔ مضامین بھی مقرر کرلیے جاویں۔ آپ شرائط کی منظوری پادری صاحب سے لیکر مجھے اطلاع دیں۔ خدا تمہارے ساتھ ہو آمین (مسلمہ خاتون)

اس خط کے جواب میں شرائط کی منظوری کے بعد قرار پایا۔ کہ مباحثہ صرف سلیمہ خاتون سے ہوگا اور مضمون جس پر مباحثہ ہو پہلے دن پادری صاحبان "مسیح کی فضیلت" قرآن مجید سے ثابت کرینگے سلیمہ کا فرض ہوگا کہ قرآن مجید سے ہی اسکا جواب دیں۔ دوسرے دن سلیمہ کو اختیار ہوگا کہ وہ

مسیحی مذہب کے عقائد پر اعتراض کر کے جواب لے اور اسلام اور مسیحیت کا مقابلہ کر کے دکھائے سلیمہ نے منظور کر لیا اور جمعہ کا دن اس مقصد کے لئے مقرر ہو گیا - بڑی بڑی تیاریاں پادریوں نے کیں - اسی اثنا میں مخالف علماء نے پھر شرارت کا موقعہ پایا - اور اشتہار جاری کر دئے کہ چونکہ سلیمہ مرزائی (احمدی) ہے اور علماء اسپر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں اسلئے علمائے دین اسکے مباحثہ کے نتیجے کے ذمہ وار نہیں ہونگے - اس اشتہار پر انہیں علماء کے دستخط تھے جو خود سلیمہ سے مباحثہ کرنے کی فکر میں تھے -

اس اشتہار پر شہر کے شریف اور سمجھدار لوگوں نے بڑی نفرت کا اظہار کیا کہ سلیمہ اسلام کی صداقت پر مباحثہ کرتی ہے اور یہ کم سمجھ اس میں بھی اسکی مخالفت کرتے ہیں - مسلمان آبادی کے ایک بڑے حصہ میں اس سے ان علماء کی خود غرضی پر افسوس ہونے لگا اور مختلف چرچے ہونے لگے مشنریوں کی ایک کانفرنس میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کے ساتھ مباحثہ نہ ہو - اسلئے نیوٹن صاحب کو انکے افسران اعلیٰ نے افسوس کے ساتھ لکھا کہ کیوں اس قسم کے مباحثہ کی بنیاد رکھی گئی ہے لیکن چونکہ خود انکی ہی تحریک تھی اسلئے اب وہ اسے ٹال تو نہیں سکتے تھے تاہم بڑی کوشش کرتے تھے کہ جلدی اس سے نجات ہو جاوے اور اگر کوئی بہانہ اسکو بند کر دینے کا مل جاوے تو بند کر دیں - غرض پادری اور مخالف الرائے مولوی صاحبان اپنی اپنی جگہ حیران تھے مولویوں کو تو یہ خیال تھا کہ سلیمہ اس مباحثہ میں خدا کے فضل و کرم سے اسلام کی حقیقت ایسی بیان کرے گی اور عیسائیوں کے اعتراضوں کا جواب ایسی خوبی سے دے سکے گی جو ان سے ممکن نہیں اور اس طرح پر دوسری مرتبہ شہر میں احمدیت کی صداقت کھل جائے گی اور پادری اپنی ناکامی کی وجہ سے ڈرتے تھے یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی - اور سلیمہ اپنی جگہ دعاؤں میں لگی ہوئی تھی - اور مسلمانوں کے گھروں میں عورتیں بہت شوق سے اس دن کی منتظر تھیں - کیونکہ سلیمہ کی معقول اور لاجواب تقریر کے ایکبار اور سننے کا موقعہ انہیں ملنے والا تھا - غرض اس طرح پر شہر میں ایک خاص جوش اور چرچا تھا - لوگوں کو شوق سے اس مباحثہ کا انتظار کرنے دو - آؤ اب ہم شاہ جی کو دیکھیں کہ وہ کس حال میں ہیں -

پانچواں باب

جیسی کرنی ویسی بھرنی

گندم از گندم بروید جو ز جو ٭ از مکافات عمل غافل مشو

شاہ جی کے وہم وخیال میں بھی نہ تھا کہ یہ معمولی سا واقعہ اسکے لئے بلائے جان ہو جائے گا۔ پولیس کی حراست میں آکر شاہ جی میں ایک عجیب قسم کا سلسلہ شروع ہو گیا وہ تمام واقعات اور حالات مجسم ہو کر انکے سامنے آنے لگے جو گذشتہ زندگی میں اسکو پیش آئے تھے اور جو اسکے ہاتھوں سے سرزد ہوئے تھے پولیس کے آدمی شاہ جی کو شہر کی کوتوالی میں لے گئے اور وہاں جاکر جو واقعہ قبرستان میں گزرا تھا بیان کیا۔ کوتوال صاحب نے جب یہ سنا کہ سلیمہ نے اس آدمی کو حوالہ پولیس کیا ہے تو انہوں نے مناسب سمجھا کہ سر دست آوارہ گردی میں اسے رکھکر مزید تفتیش کریں اسی غرض کے لئے کوتوال صاحب نے عجیب تجویز کی کہ ایک کنسٹبل کو جو بڑا ہوشیار اور چالاک تھا اور اسکی شکل صورت سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ بڑا صوفی آدمی ہے اسکی لمبی اور سفید داڑھی اور گلے میں ایک بڑی تسبیح اسکو خواہ نخواہ ایک معتبر آدمی ثابت کر رہی تھی۔ اسکی ڈیوٹی شاہ جی پر لگائی گئی کہ وہ اصل حالات معلوم کرے۔ کنسٹبل نے فوراً ایک لمبی سبز کفنی پہن لی اور ایک چوگوشہ ٹوپی سر پر رکھی تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے بار بار داڑھی پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ ایک دوسرا کنسٹبل اسے پکڑے ہوئے لایا اور وہ اسکو سخت سست کہہ رہا تھا گویا اسنے کوئی بڑا جرم کیا ہے شاہ جی کے قریب آکر اسکو دھکا دیکر کہا یہاں الگ ہو کر بیٹھے رہو۔ اور اس شخص سے کوئی گفتگو نہ کرنا۔

یہ ہدایت دیکر دوسرا کنسٹبل الگ ہو گیا۔ اور شاہ جی اور سبز پوش تھوڑے فاصلے سے بیٹھے رہے۔ ان دونوں نے جب دیکھا کہ اسوقت کوئی پولیس کا آدمی دیکھتا نہیں تو باہم آہستہ آہستہ گفتگو شروع کی آئندہ اس سبز پوش کو ہم سائیں جی کے لفظ سے ذکر کرینگے

شاہ جی۔ سائیں تم کو یہ پولیس والے کیوں پکڑ لائے ہیں

سائیں جی باوا کیا پوچھتے ہو۔ چپ ہی رہو کوئی کالی وردی والا دیکھ لیگا اور خواہ نخواہ بے عزت

کریگا اور بادا تم یہاں کیونکر آئے ؟

شاہ جی! بھائی کیا کہیں تقدیر پھوٹ گئی۔ مرد کی موت عورت کے ہاتھ سے آگئی

سائیں جی! ایں یہ کیا کہا آپ تو اچھے بھلے ایک اللہ لوک معلوم ہوتے ہیں کیا ہوا کیا؟

شاہ جی! کچھ نہیں بات تو چھوٹی سی ہے۔ شرارت ہے ان پولیس والوں کی دیکھا جاویگا اب یا انکا ہی قابو چلا۔ یا ہم بچ نکلے نہیں تو ہم بھی استاد ہی کے شاگرد ہیں مگر تم تو بتاؤ تمہارا کیا معاملہ ہے ؟ بھائی ممکن ہے اگر مجھ سے کچھ ہو سکے تو تمہاری مدد کروں اور تم سے بن آئے تو تم میرا ساتھ دو۔ اگر ہم دونوں اکٹھے ہو کر اپنے اپنے معاملہ میں ایک دوسرے کی صلاح لیں تو شاید کوئی کام بنجاوے۔

اتنے میں دور سے ایک کانسٹبل نے للکار کر کہا کیوں بے تم خاموش نہیں بیٹھتے ایکدوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ دور دور رہو اور نہیں تو یہاں سے ہٹا دیئے جاؤ گے۔ یہ آواز سن کر تھوڑی دیر کے لیے شاہ جی اور سائیں جی خاموش ہو گئے گویا ایک دوسرے سے کوئی بات ہی نہیں کی اور جب وہ کانسٹبل نظر سے ہٹ گیا تو پھر آہستہ آہستہ سلسلہ کلام شروع کیا۔

سائیں جی! بھائی کیا بتاؤں ڈر لگتا ہے دیوار ہم گوش دارد یونہی پولیس والے پکڑ لائے

شاہ جی! بھائی تم مجھ سے پرہیز کرتے ہو شاید تم سمجھتے ہو گے کہ میں بھی پولیس والا ہوں میں تو آپ جیسا تمہیں معلوم ہے پکڑا آیا ہوں تم دل کھول کر آپ بیتی سناؤ پھر میں اپنی کیفیت سنا دونگا۔

سائیں جی! نہیں میری کہانی تو کچھ ایسی نہیں اتنی نہیں جب جوان تھی بڑے بڑے کام کئے نہروں اور دریاؤں میں لاٹاں والی کی جوت دکھایا کرتے تھے اور اس طریق سے ہزاروں لاکھوں روپیہ کمائے۔ اور بہت سے غریب غربا کے کام بنائے کھایا پیا اور دیا اب تو یاد اللہ کرتے تھے مگر بادا یہ پولیس والے بھی بلا ہیں اب آرام سے یاد اللہ بھی کرنے نہیں دیتے اور بیٹھے بٹھلائے یہاں پکڑ لائے خیر فقیر کا کیا بگڑیگا یہاں ہی اللہ اللہ کرینگے۔

شاہ جی! آخر کچھ تو معلوم ہو کہ آپکو پکڑا کیوں اور وہ لاٹاں والی جوت دریاؤں میں کسطرح دکھایا کرتے تھے

سائیں جی! پکڑے جاتے ہی ہیں پہلی کبھی پولیس والو خود ذراسی بات ہاتھ آجاوے پھر وہ بال کی کھال نکالتے ہیں

شاہ جی! اور لاٹاں والی جوت دکھا کر تم روپیہ کیسے وصول کرتے تھے۔

سائیں جی یہ لمبی کہانی ہے ذرا ٹھہر کر بتاؤنگا۔

چھٹا باب

عیسائیون سے مباحثہ

کبھی نصرت نہین ملتی در موئے سے گندون کو
کبھی ضایع نہین کرتا وہ اپنے نیک بندون کو

آخر مباحثہ کا مقررہ دن آپہونچا۔ اس روز سارے شہر مین ایک خاص چرچا تھا جن لوگون نے سلیمہ کا مباحثہ مولوی متھورالدین سے دیکھا تھا۔ وہ تو بڑے شوق سے اس گھڑی کا انتظار کر رہے تھے۔ پادری صاحبان نے مستورات کے لیئے جلسہ گاہ مین نشست کا خاص انتظام کیا اور مسلمان شرفا نے بھی خصوصیت کے ساتھ اپنی بیگمات اور بیٹیون کو اس حصہ مین شامل ہونے کے لئے تحریک کی اُن کی غرض یہ تھی کہ عیسائی واعظہ عورتین جو گھرون مین آکر مستورات کو بہکاتی پھرتی ہین اُن کے بُرے اثر سے انہین آیندہ کے لیئے محفوظ کیا جاوے۔ غرض شہر بھر مین خاص جوش اور شوق تھا۔

وقت مقررہ پر جب کارروائی شروع کرنے کا وقت آیا تو اس ترمیم سے کارروائی شروع ہوئی کہ مباحثہ تقریری ہو۔ اور دس دس منٹ تقریر ہو۔ پادری صاحبان کیطرف سے اعلان کیا گیا کہ مسٹر وارث دین مباحثہ کرینگے سلیمہ نے قبل اسکے جو مناظرہ شروع ہو کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل تقریر کی۔

سلیمہ کی ابتدائی تقریر

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله

اما بعد۔ معزز بزرگو! یہ دوسرا موقعہ ہے کہ مجھے احقاق حق کے لیے آپ کے سامنے تقریر نہین مناظرہ کرنا پڑا ہے۔ پہلا مناظرہ علماء اسلام سے تھے جو بد قسمتی سے حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہما السلام کی شخصیت کے متعلق بعض غلط فہمیون مین مبتلا تھے۔ یہ دوسرا مناظرہ عیسائی صاحبان سے ہے

اور یہ بھی حضرت عیسٰےؑ کی شخصیت کے متعلق ہے اُن علماء کو جو حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے دعاوی اور عقائد کی مخالفت کرتے ہیں آج معلوم ہو جائیگا کہ ان کی غلط فہمیوں نے اسلام کو کن مشکلات میں مبتلا کیا ہے۔ اس موقعہ پر میری غرض اُن علماء سے خطاب نہیں بلکہ یہ ذکر اس لئے درمیان آگیا کہ مجھے یہ دوسرا مناظرہ بھی حضرت مسیح ابن مریم ہی کے متعلق کرنا پڑا اس مناظرہ کی تقریب ایک عیسائی عورت کی وجہ سے پیدا ہوئی جو ایک میری رفیق سفر تھی اور پھر وہ یہاں میرے پاس بھی آتی رہی اور ہم دونوں مذہب کے متعلق تبادلہ خیالات کرتی رہیں جس کا تذکرہ اور چرچا مشن کمپونڈ میں بھی ہوا اور وہ آج اس نتیجہ پر پہونچا کہ ہم سب مذہب اسلام اور عیسائیت کے متعلق ایک مناظرہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

میرے بزرگو! آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک کمزور عورت ہوں اور میرے مقابلہ میں ایک تجربہ کار پادری ہے لیکن میں اس بات سے گھبراتی نہیں اس لئے کہ میں حق لیکر میدان میں آئی ہوں۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے کثرت سے دعائیں کی ہیں کہ وہ حق کھولے اور ہماری نیت حق کا اظہار اور حق کو قبول کرنا ہو۔ اور آپ جو یہاں جمع ہوئے ہیں اپنے دلوں کو صاف کریں آپ کی غرض یہی ہو کہ خدا کا جلال ظاہر ہو اور ہم حق کے لینے کے لئے طیار رہیں۔ ہار جیت ہمارا مقصد نہ ہو۔ اگر اس پاک غرض کے ساتھ ہم اس مجمع میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ تو یقیناً خدا کے فرشتے ہماری تائید اور نصرت فرمائیں گے۔ میں اتنا اور کہہ کے بیٹھ جاتی ہوں کہ آپ لوگ ہر طرح امن کو قائم رکھیں گے۔ اور خاموشی کے ساتھ خدا ترس دل لیکر ان باتوں پر غور کریں گے جو یہاں پیش ہونگی۔ اب میں پادری صاحب سے عرض کرتی ہوں کہ وہ اپنا سوال پیش کریں۔

پادری وارث دین صاحب اس کے بعد کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا۔

صاحبان! مجھے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ مناظرہ کی کس طرح پڑی یہ ظاہر ہے کہ ہم یہاں اسی مطلب کے لئے آئے ہیں کہ اُن بڑے بڑے مسایل پر غور کریں جو ہمارے اور اسلام کے درمیان زیر بحث ہیں۔ میں آپ سے امید کرتا ہوں کہ آپ بالکل خالی الذہن ہو کر ان باتوں پر غور کریں گے میرا پہلا دعوےٰ یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی فضیلت بمقابلہ محمد صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام ایڈیٹر) قرآن مجید سے ثابت ہے پس جب میں یہ ثابت کر دکھاؤں کہ قرآن مجید انہیں افضل قرار دیتا ہے تو ہر ایک شخص کا خواہ

عورت ہو یا مرد جو قرآن شریف کو مانتا ہے یہ فرض ہے کہ وہ اپنے عقیدہ میں یہ تبدیلی کرے اور اس تبدیلی کے ساتھ یہ لازم آئیگا کہ نجات دہندہ ڈھونڈے - جو افضل ہے اپنے اس دعوی کے ثبوت کے لیئے اور اس مضمون کو عام فہم بنانے کے لیئے میں ان خصوصیتوں کو تقسیم کرلینی چاہتا ہوں - جو خداوند مسیح میں پائی جاتی ہیں اور وہ کسی دوسرے انسان یہاں تک کہ محمد صاحب (علیہ الصلوۃ والسلام) میں پائی نہیں جاتی ہیں۔ اور یہ خصوصیتیں بتاتی ہیں - **کہ وہ انسان نہیں تھا بلکہ خدا تھا -**

صاحبان ! آپ میرے ساتھ اتفاق کرینگے کہ اگر کسی شخص کے متعلق تسلیم کرلیا جاوے کہ وہ ہر قسم کے اقتدارات اور طاقتوں کا مالک ہے اور اس پر بھی اسے بادشاہ کہنے سے پرہیز کیا جاوے تو ایسی حرکت کسی دانشمند انسان کا فعل نہ ہوگی پس اگر آپ مجھے صاف الفاظ میں عرض کرنے دیں تو میں کہونگا کہ قرآن شریف نے حضرت مسیح کے متعلق تمام ان اوصاف اور اقتدارات کو تسلیم کرلیا ہے جو محض خدا کے لیئے مخصوص ہیں اس پر بھی آپ لوگ قرآن شریف کی تعلیم کی پابندی سے مسیح کو خدا ماننا کفر کہتے ہو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس کو روح اللہ قرآن میں کہا گیا ؟ کیا سچ نہیں کہ اس کو روح اللہ کہا گیا اور کیا یہ صحیح نہیں کہ اسے مردوں کا زندہ کرنے والا - اندھوں - بہروں - کوڑھیوں - کو شفا دینے والا قرار دیا گیا ! اور غیب کا جاننے والا بتایا گیا اور کیا پھر یہ درست نہیں کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ؟ ان خصوصیتوں کو مان کر پھر اس کی الوہیت کا انکار آپ ہی بتائیں کہاں تک درست ہوسکتا ہے ؟ میں مسیح کی ان قرآنی خصوصیتوں پر آیات پڑھ سکتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ آپ ان خصوصیتوں کا اعتراف کرنے والے ہیں اگر کسی ایک خصوصیت کا انکار کیا جاویگا تو میں قرآن شریف سے پیش کرونگا میری غرض اپنے بیان کو لمبا کرنے کی نہیں بلکہ نہایت اختصار کے ساتھ حق کو پیش کرنا ہے میں آپ کے دلوں سے اپیل کرتا ہوں کیا کچھ میں نے پیش کیا ہے کیا قرآن مجید میں نہیں ؟ اگر ہے اور ضرور ہے - تو خدا کے واسطے تعصب اور ضد چھوڑ دو اور خداوند مسیح کے جلالی تخت کے سامنے سجدہ کرنے کے لیئے اٹھ کھڑے ہو - خداوند تمہاری مدد کرے - آمین

(پادری صاحب جب یہ تقریر کر رہے تھے تو ان کے ہم مذہب پادری صاحبان بہت خوش نظر آتے تھے اور وہ خیال کرتے تھے کہ مسٹر وارث دین نے ایسا تقریر کا طریق اختیار کیا ہے جو نہ صرف مباحثہ کو مختصر کردیگا بلکہ موثر ہوگا - ادھر مسلمانوں کو حیرت تھی کہ مسلمہ اس کا کیا جواب دیگی جو مخالف الرائے علماء سرگوشیاں کر رہے تھے کہ بڑی غلطی ہوئی جو اس مضمون پر مباحثہ شروع کیا اس میں شکست فاش

ہوگی۔ سلیمہ دل ہی دل میں خوش تھی کہ اچھا موقعہ ملا۔ آج ان مسلمانوں کو اپنی غلط فہمی کا عملی احساس ہوگا۔ غرض وارثیدان کے بیٹھ جانے پر سلیمہ کھڑی ہوئی۔ اس وقت مسلمان خواتین کے طبقہ میں تو خاص خوشی اور جوش تھا اور سوائے مخالف الرائے علماء کے عام مسلمانوں میں بھی اس کی کامیابی کے لیے ایک خاص جوش پایا جاتا تھا۔ جو ان کے چہرون سے ظاہر تھا۔ سلیمہ نے کھڑے ہو کر اپنی جوابی تقریر شروع کی۔

سلیمہ ! معزز بزرگو ! مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ پادری صاحب نے منزل مقصود کو قریب کرنے کے لیئے اپنی تقریر کو مختصر کیا اور اپنے دعوے کی بنیاد قرآن مجید پر رکھی۔ بے شک ہر ایک مسلمان مرد اور عورت کا فرض ہے کہ قرآن مجید کی سچائیون کے سامنے اپنا سر جھکا وے۔ اگر قرآن مجید حضرت مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے اور اسی سے ثابت ہو جائیگا۔ تو **سُنو** ! میں اسی بھرے مجمع میں اقرار کرتی ہون۔

ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔

لیکن اگر یہ خیال غلط ہو سکا ثابت ہو تو میں عیسائی مردون اور عورتون سے اپیل کرتی ہون کہ وہ **مردہ پرستی** سے توبہ کر کے حقیقی اور زندہ خدا کے سامنے سر جھکا دین۔

پادری صاحب کی اسبات سے میں اتفاق کرتی ہون کہ ایک شخص کے شاہی اقتدارات اور طاقتون کا اقرار کر کے اسے بادشاہ نہ کہنا نادانی ہے۔ مگر میرے بزرگو ! پادری صاحب اور ان کے دوستون سے کیا ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اس بات میں ہمارے ساتھ اتفاق کرین گے کہ جس شخص کو کوئی بھی شاہانہ اقتدار اور قوت حاصل نہ ہو۔ یہان تک کہ وہ ایک بادشاہ کی جوتیون کا تسمہ کھولنے کی بھی اہلیت نہ رکھتا ہو اسے بادشاہ کہنا سراسر حماقت اور ہٹ دھرمی ہے۔

(پادریون کے زمرہ سے آواز آئی) بے شک۔ بے شک۔

سلیمہ۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ پادری صاحبان نے گو میری تقریر میں ہی آواز اٹھائی مگر اقرار کیا ہے۔ کہ وہ اس قسم کی حماقت اور ہٹ دھرمی کا اقرار کرنے کو آمادہ ہیں۔

پادری صاحب کے کہنے کا یہ منشاء تھا۔ کہ قرآن مجید نے نعوذ باللہ حضرت مسیح کو خدائی صفات سے تو متصف قرار دیا مگر اُن کی خدائی کو تسلیم نہیں کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پادری صاحبان نے یا تو قرآن مجید کو سمجھا نہیں اور یا حضرت مسیح کی الوہیت کی خوش اعتقادی نے انہیں سوچنے کا موقعہ نہیں دیا اور جس طرح وہ انجیل میں گدہی کے بچے پر خداوند کے جلالی چہرہ پر فدا ہوتے ہیں ویسے ہی انہون نے یہان تصور کر لیا۔

قابل غور امر یہ ہے کہ قرآن مجید نے اللہ تعالےٰ کے جو صفات بیان کئے ہیں کیا ان صفات اور قدرتوں کا مسیح میں پایا جانا بھی بیان کیا ہے؟ اور جن کمزوریوں اور احتیاجوں سے اللہ تعالےٰ کو بری اور برتر مانا ہے۔ کیا مسیح کو بھی بری ٹھہرایا ہے؟

اگر پادری صاحب یہ ثابت کردیں تو بے شک انہیں حق ہے کہ وہ بادشاہ والی مثال سمو ماننے والے کو نادان قرار دیں۔ لیکن اگر یہ ثابت نہ ہو۔ تو بلاوجہ محض اپنے عقیدہ کی خوش فہمی کی بنا پر دوسروں پر حملہ کرنا جس انسانی عقل کا تقاضہ ہے وہ ظاہر ہے اور مجھے تو صاف کہدینا چاہئے کہ پادری صاحبان کے اسی مجلس کے اقرار کے موافق حماقت اور ہٹ دھرمی ہے۔

پھر پادری صاحب نے چند خصوصیتیں پیش کی ہیں۔ کلمۃ اللہ۔ روح اللہ۔ وغیرہ اور ان کو بیان کرکے فرمایا ہے کہ ان خصوصیتوں کو مان کر ابن کی الوہیت کا انکار کیا تک درست ہوسکتا ہے؟

صاحبان اول تو ہم ان خصوصیتوں ہی کا انکار کرتے ہیں کہ یہ مسیح کی کوئی خصوصیتیں نہیں۔ دوئم۔ قرآن کریم میں یہ خصوصیتیں خدا تعالےٰ کی کہاں قرار دی گئی ہیں۔ پادری صاحب نے قرآن مجید کو پڑھنا اس لیئے غیر ضروری سمجھا کہ ہم ان خصوصیتوں کا انکار نہیں کریں گے۔ مگر مجھے اُن کی قرآن دانی پر پورا شبہ ہو گیا ہے۔ جبکہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ کو قرآن مجید میں الہی صفات سمجھتے ہیں۔ گویا یہ الفاظ خالق کے لیئے بولے گئے ہیں نہ کہ مخلوق کے لیئے۔

میں پادری صاحب کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتی اور نہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے۔ اگر پادری صاحب نے اپنے دماغ میں الوہیت مسیح کا ایک خیالی محل تیار کرکے قرآن مجید سے غلط استدلال کرنے کی کوشش نہیں کی تو ان کا فرض ہے کہ وہ صاف اور کھلے الفاظ میں قرآن مجید سے مسیح کی ان خصوصیتوں کو پیش کریں جو انہیں خدا بننے کا استحقاق دیتی ہوں اگر وہ ایسا نہ کرسکیں اور نہ کرسکیں گے تو میں انہیں کھول کر کہتی ہوں۔

یاایھا المتنصرون ما کان المسیح عیسیٰ ابن مریم الا عبد من عباد اللہ قد مات ودخل فی الموتی فلا تحسبوہ حیاً۔

عیسائیو! مسیح ابن مریم اللہ کا ایک بندہ تھا۔ وہ مرگیا۔ اور مردوں میں داخل ہو گیا۔ اسے زندہ مت یقین کرو۔

سلیمہ کی اس تقریر نے مسلمانوں کے چہروں پر خوشی کا خون دوڑا دیا اور پادری وارث دین

توحیران رہ گیا۔ تاہم اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

وارث دین ! صاحبان ! میرا خیال تھا کہ مسیح کے متعلق جو خصوصیتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں ہماری بہن سلیمہ خاتون کو اس سے انکار نہیں ہوگا۔ مگر جمہور مسلمانان کے خلاف آپ دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ان خصوصیتوں کا انکار کرتی ہیں میں یہ انصاف آپ سے چاہتا ہوں کہ قرآن مجید میں وہ خصوصیتیں جو میں نے پیش کی تھیں حضرت مسیح کے متعلق نہیں آئی ہیں ؟ میں اب پھر اس کو کھولتا ہوں جو قرآن مجید نے مسیح کے متعلق بارہ خصوصیتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ کلمۃ اللہ ۲۔ روح اللہ ۳۔ شفیع روز قیامت۔ ۴۔ مقرب اللہ۔ ۵۔ روح القدس سے پیدا ہوا۔ ۶۔ معصوم پیدا ہوا۔ ۷۔ زمین پر خدا کا نشان اور رحمت اللہ ہو کر نازل ہوا۔ ۸۔ مسیح کی موت اور اس کا جی اُٹھنا تسلیم کیا گیا۔ ۹۔ وہ خالق اور مردوں کا زندہ کرنے والا۔ ۱۰۔ ہر شخص کو یہودی ہو یا اہل کتاب مرنے سے پہلے اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ۱۱۔ وہ قیامت کو سب کا فیصلہ کریگا۔ ۱۲۔ اس کا رفع ہوا یہ بارہ خصوصیتیں مسیح میں پائی جاتی ہیں۔ اگر نہیں تو انکار کرو میں قرآنی آیات پیش کرونگا۔

سلیمہ صاحبان ! آپ نے پادری صاحب کی پہلی اور دوسری تقریر سن لی پہلی تقریر میں جو خصوصیتیں انہوں نے پیش کی تھیں ان سے نتیجہ نکالا تھا کہ وہ مسیح کی الوہیت ثابت کرتی ہیں میں نے بتایا تھا کہ خدا تعالےٰ کی صفات جو قرآن کریم سے پیش کی ہیں وہ مسیح کی نہیں بتائی ہیں اس لیئے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ پادری صاحب اس دعوے کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے اب انہوں نے بارہ خصوصیتیں پیش کی ہیں ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ قرآن کریم میں ان کا نام و نشان نہیں اور بعض کا مفہوم اور مطلب پادری صاحب نے سمجھا نہیں ۔ اب میں ان خصوصیتوں کو کھول کر دکھاتی ہوں آپ غور کریں۔

اول ۔ کلمۃ اللہ۔ پادری صاحب اسکو مسیح کی خصوصیت بتاتے ہیں لیکن اگر قرآن مجید سے یہ ثابت ہو جائے کہ لفظ اوروں پر بھی بولا گیا ہے تو یقیناً عقل اور انصاف کے رو سے پادری صاحب کو اپنے اس دعوے میں شرمندہ ہونا پڑیگا۔

اب آپ سنیں سورہ کہف میں فرمایا۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ یعنی اگر میرے رب کے کلمات کے لیئے سمندر سیاہی ہو جاویں تو کلمات اتنی کثرت سے ہیں کہ سارے سمندر بلکہ ان جیسے کئی اور سمندر بھی ختم ہو جائیں مگر

کلمات ختم نہ ہونے پائیں۔

اب کیا پادری صاحب کے نزدیک قرآن شریف کی اس آیت کے رو سے لا انتہا مسیح ہیں۔ میں یہ بیان نہیں کرونگی کہ مسیح کو کلمہ کیون کہا گیا؟ مجھکو صرف یہ دکھانا ہے۔ کہ پادری صاحب نے جو خصوصیت پیش کی تھی وہ غلط ہے

دوسری خصوصیت پادری صاحب نے یہ بتائی کہ اسے روح اللہ کہا گیا قرآن شریف میں نہیں کہا گیا بلکہ روح منہ فرمایا گیا ہے جس کے معنے اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔ اب یہ لفظ تو مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں بتاتے کیونکہ اسی قسم کے الفاظ قرآن کریم میں اورون کے لیے بھی آئے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں آدم علیہ السلام کی نسبت فرمایا فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین یعنی جب میں نے اس کی شکل برابر کرلی اور اس میں روح پھونک دی تو تم نے اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا۔ اب یہاں تو کھلے الفاظ میں اپنی روح فرمایا اور فرشتون کو سجدہ کا حکم دیا مسیح کے لیے تو نہیں کہا اپنی روح اور نہ فرشتون کو سجدہ کا حکم دیا۔

پھر یہی نہیں تمام انسانون کے لیے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من ماء مھین ثم سوٰاہ ونفخ فیہ من روحہ یعنی انسان کو مٹی سے پیدا کرنا شروع کیا۔ پھر حقیر پانی کے نچوڑ سے اس کی نسل بنائی پھر اسے شکل دی اور اپنی روح اس میں پھونکدی۔ سورہ سجدہ

اس آیت سے ظاہر ہے کہ تمام نوع انسان میں خدا نے اپنی روح پھونکی پس اگر روح منہ کہنے سے مسیح کی ایسی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خدا ہو جاتا ہے تو پادری صاحب کو بڑی مشکل ہوگی کہ ہر انسان ایسے خدا کا رقیب اور مد مقابل ہے۔

تیسری خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ مقرب اللہ ہے افسوس ہے پادری صاحب کو قرآن شریف کے سمجھنے کا مذاق نہیں اگر وہ کچھ واقفیت کر لیتے تو یہ خصوصیت پیش نہ کرتے قرآن شریف میں لکھا ہے ومن المقربین۔ یعنی مقربین کی جماعت میں سے ایک مقرب اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑی جماعت مقربون کی ہے جن میں سے مسیح بھی ایک ہے۔ اگر اس قرب سے مسیح خدائی کا حقدار ہو سکتا ہے تو لا انتہا تعداد مقربین کی خدا بنانی پڑیگی اور پادری صاحبان کو سخت مشکل کا سامنا ہوگا

چوتھی خصوصیت۔ روح القدس سے پیدا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن شریف کی جبتک

دہ کوئی آیت ہے یہاں ہیں اس کو تسلیم نہیں کرتی - قرآن شریف میں کہیں نہیں لکھا کہ مسیح کی پیدایش روح القدس سے ہوئی یعنی مسیح کا باپ روح القدس قرار دیا گیا ہو -

پانچویں خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ مسیح معصوم پیدا ہوا - مجھے حیرت ہے کہ اس میں مسیح کی کیا خصوصیت ہے جس طرح دوسرے بچے پیدا ہوتے ہیں مسیح بھی اسی طرح پیدا ہوا - اسی طرح دردِ زہ ہوا - اگر پادری صاحب کی یہ مراد ہے کہ ان میں وہ پیدائشی گناہ نہ تھا - جو نعوذ باللہ آدم کے ذریعے آیا تو اول تو یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ آدم کے ذریعہ دوسرے گناہگار ہو گئے اور کوئی عقلمند اس کو ماننے کو تیار نہیں تاہم عیسائیوں پر حجت پوری کرنے کے لیے میں کہتی ہوں کہ بائبل میں تو خصوصیت سے لکھا ہے کہ وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ہو سکتا ہے - علاوہ ازیں آدم کے گناہ کی محرک تو عورت ہی تھی ؂

پیران کے لیے بائبل کا یہ فیصلہ کافی ہے - پھر کہا گیا ہے کہ وہ زمین پر ایک نشان اور خدا کی رحمت تھا تعجب ہے کہ پادری صاحب نے جو دعوے کیا وہ ایسا ہے کہ ان کے کچھ بھی مفید نہیں بلکہ سخت نقصان رساں - اگر مسیح کے لیے آیت کا لفظ بولا گیا تو کیا قرآن میں جعلنا الیل والنهار آیتین فمحونا ایة الیل وجعلنا ایة النهار مبصرة - اور ہم نے رات اور دن دو نشان بنائے ہیں رات کی آیت کو ہم محو کرتے ہیں اور دن کی آیت کو روشن کرتے ہیں اور پھر ایک جگہ اصحاب کہف والرقیم کی نسبت فرمایا - ام حسبت ان اصحب الكهف والرقيم كانوا من ایاتنا عجبا کیا تو نے گمان کیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب آیات سے تھے - غرض قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں بیسوں مقامات پر آیات یا آیت کا لفظ بولا گیا اور جن اشیاء کی نسبت یہ لفظ بولا گیا وہ انکی خدائی کی دلیل بقول پادری صاحب ہو تو پھر مسیح سے بڑھ کر یہ خدا نعوذ باللہ ہونگے -

پھر قرآن مجید میں ایک راستباز کا ذکر ہے جو ایک اجڑی ہوئی بستی پر گذرا اس کے ایک واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا ولنجعلك اية للناس - اور ہم تم کو لوگوں کے لیے آیت بنائیں گے پس اب پادری صاحب غور کریں کہ کیا یہ وہی جملہ نہیں جو مسیح کے لیے استعمال ہوا ہے پس یہ لفظ مسیح کی خدائی کی دلیل نہیں رہا - رحمت منا اس سے بھی خدائی ثابت نہیں ہو سکتی - اس سے بڑھ کر اور بہت بڑھ کر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ والسلام کے لیے فرمایا گیا - رحمت للعالمین مسیح کے لیے تو صرف یہ کہا - رحمت منا یعنی ہماری طرف سے رحمت - مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام کو عالمین کے لیے رحمت ٹھہرایا گیا جیسے خدا رب العالمین ہے

اسکا نبی کامل رحمت للعالمین اور اس سے آپکی فضیلت اور بزرگی تمام انبیاء علیہم السلام پر ثابت ہے

غرض اسی طرح پر قرآن کریم سے مسیح علیہ السلام کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی ۔ یہی حال ان کے مردہ زندہ کرنے کا ہے قرآن کریم نے یہ اصل بتا دیا ہے کہ جو مر جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے پس نہ تو مسیح وفات پاکر اس دنیا میں زندہ ہو سکتا ہے نہ وہ کسی اور کو زندہ کر سکتا ہے ۔ قرآن مجید نے یہ قانون ان الفاظ میں دنیا کو بتایا حرام علی قریۃ اہلکناھا انہم لا یرجعون

یاد رکھنا چاہیئے **نبیوں** کے احیاء **موتٰی** سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو روح اور راستی کے لحاظ سے مر جاتے ہیں وہ انکی روحانیت کو زندہ کرتے ہیں ایسے مردوں میں روحانیت کا پھونکنا ہی زندہ کرنا ہے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے یاایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ و رسولہ اذا دعاکم لما یحییکم اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی بات قبول کرو جب وہ تم کو پکاریں ۔ تاکہ تمہیں زندہ کریں ۔

پس یہ زندگی روحانی زندگی ہی ہے اور اس امر خاص میں مسیح کی روحانی قوت سے جو مردے زندہ ہوئے وہ نہایت کمزور تھے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن مردوں کو زندہ کیا وہ دوسروں کے لئے زندگی کا موجب بن گئے

مسیح کے حواریوں سے بڑھ کر اور کون بیمار جو اس کی قدسی قوت سے زندہ ہوئے مگر اپنے آقا کے سامنے کسی نے مصیبت کے وقت انکار کیا اور کسی نے گرفتار کرایا اور کسی نے لعنت کی برخلاف اسکے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دشمنوں کے مقابلہ کے وقت اپنی جانیں دیدیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں ہو کر اپنے آپ کو نثار کرتے رہے ۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسی قوت کا یہ حال ہے کہ ہر زمانے میں ایسے مردے زندہ ہوتے رہتے ہیں جو دوسروں کو بھی زندہ کرتے چلے آئے ہیں ۔ یہاں تک اس زمانہ میں بھی ایک ایسا عظیم الشان زندہ انسان آپ کی تاثیرات باطنی نے پیدا کر دیا کہ مسیح ابن مریم سے اپنے کمالات اور فیوض اور برکات میں کم نہیں بلکہ بڑھکر ہے ہاں وہ

مسیح موعود کہلایا

اسنے جو کچھ پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اطاعت سے پایا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زندہ تاثیرات ہیں اور وہ اپنے خادموں کو مسیح بلکہ مسیح سے افضل بنا سکتی ہیں جیسا کہ

زمانے میں ہوا۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود بنایا گیا۔ اب دنیا میں اس عظیم الشان بزرگ کا مقابلہ روحانی طور پر کوئی نہیں کرسکتا۔ اس مسیح کے زندہ کئے مردوں کے سامنے کوئی کلام نہیں کرسکتا۔ کیا میں اسی مسیح کے احیاء موتی کا ایک نشان نہیں ہوں۔ مجھے بھی اسی نے زندہ کیا۔ اور اسی کی فرماں برداری اور اطاعت سے وہ کچھ پایا۔ جو تمہیں نہیں دیا گیا۔ ایک مرے کے پوجاری زندہ نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے۔ کیونکہ آپکی تاثیرات روحانی کا اب کہیں نام و نشان باقی نہیں۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم زندہ جاوید ہیں۔ اسلئے آپ کی تاثیرات اور برکات دائمی ہیں پس تم زندہ سے مردہ کا مقابلہ کیا کرو گے یہ بھی مجھے کہہ دینا چاہیئے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو خود مسیح ابن مریم کو زندگی بخشی۔ کہ یہودی اپنر قسم قسم کے اعتراض کرتے تھے جو پادری صاحبان کو معلوم ہیں۔ اور اب تک یہودی موجود ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آکر ثابت کیا کہ مسیح راستباز ہی تھا۔ اور وہ خدا کا برگزیدہ بندہ اور نبی تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح کی والدہ مریم پر جو اعتراض کئے جاتے تھے دور کئے۔

اگر قرآن مجید نہ آتا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نہ آتے تو مسیح ان الزامات اور اتہامات سے بری نہ ہوتا۔ جو یہودیوں نے لگائے تھے یا اپنی غلط فہمی سے عیسائیوں نے جو کچھ ان کا علو درجہ قایم کر کے ان کو گرایا تھا۔ حضرت مسیح کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کھڑا کرنا۔ دانشمندی کی نہیں۔ مردے کو زندہ سے کیا نسبت؟

مسیح کسی حیثیت سے بھی مقابلہ میں کھڑا نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا۔ بالمقابل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کل نسل انسانی کے لئے بھیجے گئے مسیح ایک محدود وقت اور وسیع قوم کیلئے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایت اور شریعت پرخدا کا ہاتھ کبھی قابو نہیں پا سکتا یہ مقابلہ نہایت اور عظیم الشان ہے اور میں صرف ایک بات میں ختم کر دیتی ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ہدایت

مسیح پیدا کر سکتی ہے بلکہ مسیح سے بہتر

جیسا کہ اس زمانہ میں خدا کا برگزیدہ نبی مسیح موعود آیا۔ اور اس نے پکار کر کہا:۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

رہا مسیح کا زندہ آسمان پر جانا۔ یا ابتک زندہ ہونا یہ خیالی ڈھکوسلے ہیں قرآن میں اسکی کوئی اصل نہیں مسیح ابن مریم دوسرے نبیوں اور راستبازوں اور عام لوگوں کی طرح فوت ہوگیا اور دفن ہوگیا یہ خیال اب نشو و نما نہیں پا سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے اس طلسم کو توڑ دیا جو غلطی سے کھڑا کیا گیا تھا۔ اسی شہر میں اسپر مباحثہ کر چکی ہوں۔ اور مسلمانوں کو انکی اس غلطی پر آگاہ کر چکی ہوں۔ اب بھی مسلمانوں کو جو یہاں موجود ہیں معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ یہ کتنا بڑا بت ہے اور پادریوں کے ہاتھ میں حضرت نبی کریم پر حملہ کرنیکے لئے یہ ایک اوزار ہے مگر یاد رکھو اب یہ بت کھڑا نہیں رہ سکتا۔ صداقت کا زبردست ہاتھ اس کو پاش پاش کر کے رہیگا۔ مسلمانوں خدا سے ڈرو اور خدا کے برگزیدہ نبی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا آپ موجب نہ بنو۔ عیسائیوں کو مدد نہ دو۔ اب اس باطل معبود اور فرضی خدا کو مرنے دو۔

سلیمہ کی یہ تقریر کچھ ایسے جوش اور اخلاص پر مبنی تھی کہ حاضرین پر ایک خاص وجد کی سی حالت ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کے چہروں پر خوشی کے آثار پائے جاتے تھے اور پادری صاحبان گھبرا گئے تھے۔ بعض مولویوں کو کچھ ناگوار بھی گذرا۔ مگر اس وقت بول نہیں سکتے تھے۔ پادری وارث دین صاحب اس پر سلیمہ نے کہا۔ صاحبان یہ کیسی بے انصافی ہے کہ میں قرآن شریف پیش کرتی ہوں اور پادری صاحب کا دعویٰ تھا کہ وہ قرآن شریف سے مسیح کی فضیلت ثابت کرینگے اور اب وہ کہتے ہیں کہ میں جو کچھ کہتی ہوں وہ مسلمان نہیں مانتے۔ کیا مسلمان قرآن کا انکار کرتے ہیں؟

(مجمع سے آواز آئی) ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں قرآن کریم کی آیات ہیں۔ کون اس سے انکار کر سکتا ہے اور کون مسلمان ہے جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اقرار نہیں کریگا۔ وہ بڑا ہی بد قسمت انسان ہے اور مسلمان نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ کہو کہ بعض ہیں جو حضرت مسیح موعود کا انکار کرتے ہیں یہ ایک جدا سوال ہے۔ اور میں اس کا جواب دینے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن پادری صاحب یہ تو کر سکتے ہیں کہ میں جو حضرت مسیح موعود کو حضرت نبی کریمؐ کی زندگی کا ایک ثبوت پیش کرتی ہوں۔ بس پر اعتراض کریں۔ اور جواب لیں۔ مگر یہ ان کا حق نہیں کہ وہ بلا وجہ مسلمانوں کو قرآن کریم ہی کا نعوذ باللہ منکر کہدیں۔ میں جانتی ہوں کہ پادری صاحب قرآن مجید سے مسیح کی فضیلت ثابت نہیں کر سکتے اور ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے۔ بنی اسرائیل کی طرف آئے شریعت موسوی کے متبع تھے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت لیکر آئے تھے۔ اپنا کام کر کے گئے

اور ان کی تاثیرات اب باقی نہیں اگر ہیں تو

پادری صاحبان پیش کریں

اس تقریر کا جو اثر ہونا چاہیئے تھا وہ ظاہر ہے۔ پادری نیوٹن صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم زیادہ دیر کیلیئے مسیح کی ہتک نہیں سن سکتے۔ مرزا صاحب کے مریدوں پر کفر کا فتوی علماء نے دیا ہے وہ اسلام کے وکیل کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان مولوی ہمارے مقابلہ میں ہوں تو فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ باتیں ان کے مسلم عقیدہ میں ہیں۔ کہ مسیح مردہ زندہ کرتا تھا اور وہ زندہ آسمان پر چلا گیا وغیرہ وغیرہ ایسی حالت میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جلسہ کو ختم کر دیا جائے۔ اگر ہم نے سلیمہ کو مسیحی مذہب پر اعتراض کرنیکا موقعہ دیا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اور بھی ہمارے خداوند کی ہتک کریگی اور مسلمان صاحبان بھی شاید پسند نہ کریں کہ ایک بزرگ کی ہتک ہو۔ اسواسطے میں چاہتا ہوں کہ جلسہ ختم کر دیا جائے

سلیمہ:۔ بزرگو! میں یہاں ہوں۔ کہو میں نے حضرت مسیح نبی اللہ کی کونسی ہتک کی۔ ایک مسلمان کے لئے ان کو نبی ماننا عقیدہ میں داخل ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص ان کو نبی یقین کرے۔ اور اس کی ہتک کرے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں یہ کہتی ہوں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام اور مرتبہ کے سامنے ان کا مقام بہت نیچے ہے مراتب کمال جدا جدا ہوتے ہیں۔ اور ہاں یہ بھی درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عزت و عظمت کا یہ ثبوت ہے کہ آپکی تعلیم اور روحانی تاثیرات سے اس امت میں مسیح بنگیا جو اپنے بعض حالات اور کمالات کے لحاظ سے مسیح ابن مریم سے افضل ہے۔ تو پادری صاحب کہہ سکتے ہیں کہ وہ کمالات جن میں افضل ہیں کیا ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے مسیح کی ہتک ہے مسیح کی ہتک تب ہو جب انہیں نعوذ باللہ یہودیوں کے عقاید کے موافق بیان کیا جاوے۔ مسیح کی حقیقی عزت انہیں خدا کا راستباز نبی مان کر ہوتی ہے۔ خدا کا بیٹا کہہ کر ان کی سخت بے عزتی اور ہتک ہے۔ اور نا برسینکڑوں اعتراضوں کا دروازہ کھولنا ہے۔

پادری صاحب کا غیر احمدی لوگوں کو کہنا کہ اگر وہ مقابل ہوتے۔ تو فیصلہ آسانی سے ہو جاتا۔ کیونکہ وہ ان عقاید کو مانتے ہیں۔ غیر احمدی بزرگوں کے خیال تو جہ ہے اور ان کو شرم اور

غیرت دلانیکے لئے کافی۔ وہ دیکھتی ہیں کہ پادری صاحبان وہ کتنا جلدی شکار ہو سکتی ہیں۔ مگر احمدی خدا کے
فضل سے انکے لئے کاٹنے والی تلواریں ہیں جس پر ہاتھ مار کر وہ سلامت نہیں رہ سکتے۔ یہ معجزہ ہے حضرت
مسیح موعود کا کہ کافر اس کے سانس سے مرتے ہیں چاہو تو قبول کرو اسلام کی فتح اسی میں ہے؟

پادری صاحب اگر عیسائی مذہب پر اعتراض کا موقعہ مجھے نہیں دیتے۔ تو یہ ان کی کمزوری کا نشان
ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کی فتح ہے۔ اگر آج چاہتے ہو کہ اسلام کا دنیا کے تمام مذاہب
باطلہ پر غلبہ ہو تو ایک ہی راہ ہے کہ ان دلایل و براہین کو اختیار کرو۔ جو حضرت مسیح موعود لیکر آئے ہیں۔
اب فتح و نصرت اسکے نام کے ساتھ وابستہ ہے اور اس راہ کو چھوڑ کر ہلاکت کا خوف اور باطل
کے شکار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

میں پادری صاحب کو مجبور نہیں کرنا چاہتی کہ وہ مجھے ضرور موقعہ دیں۔ لوگوں پر حق کھل گیا ہے
اور یہ خدا کے فضل کا نشان ہے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

پادری صاحبان نے بظاہر جلسہ ختم کر دیا۔ یہ لوگوں میں سلیمہ کی قابلیت کا ایکبار اور سکہ بیٹھ گیا
اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کا پھر اظہار ہوا۔ مسلمانوں نے عام طور پر محسوس کیا کہ مسیح کو زندہ آسمان پر
ماننا اور مردوں کا زندہ کرنیوالا قرار دینا وغیرہ غلط مسایل تسلیم کر کے اسلام کو بدنام کرنا ہے مخالف ہو لوگ
چاہتے ہیں کہ تعصب سے کام لیکر کوئی شرارت کی راہ پیدا کریں۔ مگر سمجھدار آدمی اور تعلیم یافتہ لوگ انکی اس حرکت
کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

فرقہ مستورات میں تو بڑی خوشیاں ہو رہی تھیں اور سلیمہ کی قابلیت اور حاضر جوابی پر آفرین کہتی تھیں
بہرحال اس وقت مسلمانوں میں مسرت کی ایک بجلی کوند گئی **سکینہ** پر اس مباحثہ کا اثر بہت ہی
نیک پڑا۔ وہ پہلے سے طیار تھی۔ اس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ کہ ہر فرقہ کے معزز لوگ جمع ہیں اور
سرکاری آدمی بھی موجود ہیں بہتر ہے اسی وقت اپنے اسلام کا اعلان کر دوں۔ وہ عیسائیوں کے جمگھٹ
سے نکل کر دوڑتی ہوئی سلیمہ کے پاس آئی۔ اور چپکے سے اس کے کان میں کہا کہ میں اسلام کا اعلان
کرنا چاہتی ہوں میری مدد کرو۔

سلیمہ کی خوشی کا کیا پوچھنا اس نے جھٹ کھڑے ہو کر باواز بلند کہا۔ صاحبان تھوڑی دیر کے
لئے خاموش ہو جاؤ۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ دیکھو۔ ایک مردہ ابھی زندہ

ہوتا ہے اور دیکھو یہ حضرت مسیح موعود کی ادنیٰ خادمہ کے ہاتھ پر ہوتا ہے اسکے کہنے کے ساتھ جلسہ میں خاموشی ہو گئی۔ اور لوگ تعجب سے دیکھنے لگے۔ کہ کیا ہونے لگا ہے۔ پادری صاحبان نے ہر چند چاہا کہ جلسہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی تقریر نہ ہو مگر پولیس کے افسروں نے لوگوں کو بٹھا دیا۔ عیسائی صاحبان کی عجیب حالت تھی۔ سلیمہ نے کہا صاحبان یہ مباحثہ دراصل ایک شریف بی بی کی وجہ سے ہوا۔ اور اس کو عیسائی مذہب پر مضبوط کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ وہ پیدائشی عیسائی ہے۔ چونکہ سرکار انگریزی نے خدا تعالیٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے ہر شخص کو مذہبی آزادی دی ہے اسنے اپنے مذہب کی تحقیقات کی اور اسلام کی حقیقت کو مجھ سے سنا۔ اور اب وہ اسلام قبول کرتی ہے اور خود اظہار کرنا چاہتی ہے۔

یہ موقعہ نہایت نازک تھا سرکاری انتظام امن اگر نہ ہوتا تو ممکن تھا سکینہ کو یہ جراءت نہ ہو سکتی۔ اس کے شوہر نے ہر چند اسے روکا۔ مگر صداقت جب کسی قلب میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ تو وہ پھر کسی روک سے رک نہیں سکتی۔ اسلام کے شروع میں مستورات نے جس قسم کے پاک نمونے مشکلات پر غالب آنیکے دکھائے ہیں وہ ہمیشہ انہیں زندہ رکھیں گے سکینہ صداقت سے متاثر ہو چکی ہے۔ اس نے کھڑے ہو کر حسب ذیل تقریر لڑکھڑاتی آواز میں کی۔

صاحبان! میں ایک کمزور دل کی عورت ہوں۔ میں پیدائشی عیسائی ہوں۔ مگر میری بزرگ بہن سکینہ کی صحبت اور اس کے کلام نے مجھے تسلی دی۔ اور مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ دنیا کو نجات دینے کیلئے اس کو پھانسی پانیکی آپ حاجت نہ اپنے بیٹے کو پھانسی دینے کی ضرورت؟

وہ قادر خدا ہر قسم کے فضلوں کا مالک ہے میں اسی خدا پر ایمان لاتی ہوں۔ جو ساری اچھی صفات سے موصوف ہے اور جس میں کوئی نقص نہیں۔ اور میں اس پر ایمان لاتی ہوں کہ حضرت محمدؐ صاحب اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آپ سب میرے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر قسم کے ابتلاؤں سے بچا دے۔ مسلمانو! میں اب تمہارے دین میں داخل ہو کر تمہارے پاس آ گئی ہوں۔ مشن کمپونڈ میں اب نہیں رہ سکتی۔ رہا میرے شوہر کا معاملہ وہ بعد میں خدا چاہیے تو اس سے طے ہو جائے گا۔

اس جلسہ میں سعنے اس واسطے اعلان کیا کہ تم گواہ رہو۔ اور چونکہ سرکاری آدمی موجود

شادی شدہ ہے اس کا شوہر یہاں مذہبی کلام کرنے کے لئے تعلیم یافتہ ہے وہ خود لکھی پڑھی ہے

ہیں۔ میں اُن کے سامنے تنہا آتی ہوں۔ تا کسی دشمن کو مجھے تنگ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

اس پر سکینہ کے شوہر نے آگے بڑھ کر چاہا کہ اُسے روک لے مگر عملہ انتظام نے اور دوسرے معززین نے اسے ایسا کرنیسے روک دیا اور یہ کہا کہ آپ اپنے حقوق کے لئے قانون سے مدد لیں۔ مذہبی آزادی ہر شخص کو سرکار نے عطا کی ہے جب وہ مسلمان ہو گئی اور اپنی رضا و رغبت سے ہوئی ہے تو کسی کو روکنے کا حق نہیں۔

سکینہ کے اسلام لانے پر مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے مارے اور سلیمہ سکینہ کو اپنی گاڑی میں بٹھلا کر گھر لے گئی اور اس پر یہ جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

مشن کمپونڈ میں کیا ہؤا۔ اور سکینہ کے شوہر کی کیا حالت ہوئی۔ کیا واقعات پیش آئے۔ پھر کسی وقت خدا نے چاہا تو سنائیں گے۔ اس وقت اتنا ہی کہنا ہے کہ اس واقعہ نے سلسلہ احمدیہ کی خاص عظمت پیدا کر دی۔ اور ہر شخص کو یہ معلوم ہو گیا کہ جسقدر جلد مخالفین اسلام پر سلسلہ احمدیہ حجت اور دلایل سے غلبہ پا سکتا ہے دوسرے نہیں اور یہ بھی حضرت مسیح موعود کی ایک سچائی کی دلیل ہے۔

ساتواں باب

سلیمہ کا لیکچر مستورات میں

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے!

پادریوں کے ساتھ مباحثہ کے نتیجے نے شہر میں ہلچل پیدا کر دی اور عام مستورات کے دلوں میں سلیمہ خاتون کی عزت اور قبولیت بڑھ گئی۔ اس کے گھر پر شریف بی بیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا اور سکینہ کی دعوتوں کے سلسلے میں اس کو بھی اکثر گھروں میں جانیکا اتفاق ہوتا۔ اسطرح پر اس کا وقت تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ میں گذرتا۔ اور بدقسمت شاہ جی جو کیمیا کے ہتکنڈے سے کئی جگہ لوگوں کو لوٹ چکا تھا۔ اسکی گرفتاری نے ایک خاص شعلہ پیدا کر دیا۔ تحقیقات میں شاہ جی ایک عادی مجرم ثابت ہؤا جو مختلف رنگوں میں بہت سی وارداتیں کر چکا تھا۔ اور آخری مرتبہ وہ جیل سے معزور ہو گیا۔

تھا۔ ان مختلف جرموں میں اسے عبور دریائے شور کی سزا ہو چکی ہے۔ سلیمہ نے ان تمام حالات اور تحریکوں میں مناسب سمجھا کہ اپنے فرقہ کی اصلاح کیلئے ایک خاص جلسہ کرکے ان گمراہ ہونے والے طریقوں پر لیکچر دے جو کیمیاگر یا دوسرے لوگ اختیار کرکے اس فرقہ کی عزت و مال اور جان بالآخر ایمان پر حملہ کرتے ہیں۔ سلیمہ کو اس کے لئے کسی خاص اعلان کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف دن مقرر کرنیکی ضرورت تھی چنانچہ آخر ایک جمعرات کا دن اس غرض کیلئے مقرر کیا گیا اور ایک رئیس کا مکان اس مطلب کیلئے تجویز کیا گیا۔ شہر بھر میں شہرت ہو گئی اور وقت مقررہ سے پہلے ہی ڈولیاں اور سواریاں آنی شروع ہو گئیں اور تھوڑی دیر میں وہ مکان تمام شریف اور خاندانی مستورات سے بھر گیا کوئی معزز گھرانہ باقی نہ تھا جسکی بی بیاں اس جلسہ میں شریک نہ ہوئی ہوں۔ نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو مستورات بھی شریک تھیں سلیمہ نے ٹھیک وقت پر کھڑے ہو کر اپنی تقریر شروع کی:۔

سلیمہ کی تقریر

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی

بزرگ بی بیو اور معزز بہنو! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے ہم کو یہ موقعہ ملا کہ ہم اس جگہ جمع ہوں۔ اور پھر اسی نے مجھے توفیق دی کہ اپنی بہنو کو ان باتوں سے خبردار کروں جو ان کے لئے موجب نقصان ہیں!۔

سب سے پہلے یہ بات یاد رکھو کہ ساری خوشحالیوں اور برکتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات ہے۔ اس کا فضل اگر شامل حال نہ ہو تو دنیا کی کوئی خوشی اور آرام اس میں نہیں ہو سکتا سکھ اور آرام حاصل کرنے کے واسطے صحت و تندرستی کی ضرورت ہے اور یہ بھی اسی کے فضل سے ملتی ہے اس واسطے اسلام نے جو تعلیم ہمکو دی ہے اور قرآن شریف نے جو ہدایت ہمارے سامنے پیش کی الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے یعنی ساری تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں بس اللہ تعالیٰ ہی پر ہمارا ایمان اور بھروسہ ہو اور اسکی ہدایت کی پابندی سے ہمارا بھلا ہوگا۔ عورتوں میں یہ بات بہت دیکھنے والی پائی جاتی ہے کہ وہ بہت جلد شرک کیطرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ شرک کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں یا اسکے صفات میں یا اس کے کاموں میں اور ناموں میں دوسرے کو ساجھی بنا لیا جاوے۔ عورتیں اولاد کیلئے بعض ایسی حرکات کر بیٹھتی ہیں۔ جو

خدا تعالےٰ کو ناپسند ہیں۔ شرک ایک ایسی بُری بلا ہے کہ انسان کو تمام سچی باتوں سے محروم کر دیتا ہے اور شرک کو کبھی یقین اور اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ عورتیں اگر سوچیں تو بڑی آسانی سے شرک کی برائی ان کو سمجھ میں آ سکتی ہے۔ دیکھو کوئی عورت پسند نہیں کرتی کہ اس پر سوت آوے وہ اپنے میاں کا شریک نہیں چاہتی۔ حالانکہ یہ جائز بھی ہے۔ پھر وہ خدا تعالےٰ کا ساجھی یا شریک کیونکر پسند کر سکتی ہے تم کہو گی کہ ہم خدا تعالےٰ کا شریک کسی کو نہیں بناتی ہیں۔ مگر میں تمہیں بتاتی ہوں کہ تم اپنے اعمال سے ظاہر کرتی ہو کہ اوروں کو شریک بنا لیتی ہو۔ کوئی کسی پیر صاحب کو یا ولی اور شہید کو اپنا حاجت روا سمجھتی ہے اور بعض قبروں پر جا کر سجدے کرتی ہیں اور ان کے گرد پھرتی ہیں اور ان سے مرادیں مانگتی ہیں یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے اس قسم کی تمام باتوں سے توبہ کرنی چاہیئے اپنی تمام حاجتوں اور مرادوں کا برلانے والا اللہ تعالےٰ ہی کو سمجھو اور یقین کرو۔ اس قسم کے شرک کا نتیجہ جس میں عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔ بعض وقت دنیا میں بھی بڑا خطرناک ہوتا ہے بہت سے لوگ جو بڑے پاکھنڈی اور فریبی ہوتے ہیں طرح طرح سے عورتوں کو دھوکہ دیکر ان کا مال لوٹتے اور انکی جان اور آبرو بھی بعض وقت لے لیتے ہیں انکی مثالیں اگر میں بیان کروں تو بڑا وقت چاہیئے۔

بہت سے لوگ کیمیا گری کر کے ٹھگی کرتے ہیں بعض زیورات کو دو چند کر دینے یا کوئی اور کرامات دکھلانے کا دعویٰ کر کے لوٹتے ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے اسی شہر میں ایک بڑا ٹھگ آیا ہوا تھا۔ مجھے بھی اس کی اطلاع مل گئی اور آخر خدا نے اپنے فضل سے اس بلا کو شہر سے دور کر دیا بلکہ اوروں کو بھی اس کی شرارت سے بچا لیا۔ کیونکہ اب وہ سزا پا گیا ہے۔ تم اس بات کو خوب یاد رکھو کہ کیمیا بنانے کا دعوے کرنے والے سراسر جھوٹے ہوتے ہیں میں تم کو ایک موٹی بات بتاتی ہوں جو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آ جاوے۔ جو چیز انسان بناتا ہے۔ خدا تعالےٰ اسکو نہیں بناتا اور جو خدا بناتا ہے انسان اسکو نہیں بنا سکتا۔ انسان جو کچھ بناتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں میں تصرف کر کے بناتا ہے۔ مثلاً درخت خدا تعالےٰ نے پیدا کیے انسان نے ان درختوں سے لکڑی لیکر۔ میز۔ کرسی۔ الماریاں۔ بنالیں۔ یہ نہیں ہو گا کہ خدا تعالےٰ میز کرسیاں درختوں کے ساتھ لگا دے۔ یا خدا تعالےٰ اناج پیدا کرتا ہے روٹیاں انسان بناتا ہے پس انسان اناج نہیں بنا سکتا اور خدا تعالےٰ روٹیاں کبھی پیدا نہیں کرتا۔ اسی طرح سونا چاندی تو خدا پیدا کرتا ہے

انسان نہیں بنا سکتا جب یہ بات سمجھ میں آجاوے کہ جو چیزیں قدرتی ہوتی ہیں انسان انہیں نہیں بنا سکتا۔ تو پھر یہ وہم آ ہی نہیں سکتا۔ کہ فلان شخص سونا بنا لیتا ہے یا چاندی ۔

اب شاید تم میں سے کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ بعض لوگ جو کیمیا کا دعوے کرتے ہیں وہ لوگوں کو بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ سنو یہ بالکل غلط ہے اور ایک فریب ہوتا ہے اور ان لوگوں کا فریب ہوشیار انسان کے سامہنے نہیں چل سکتا۔ جیسے میرے سامہنے اس موئے شاہ جی کی قلعی کہل گئی ۔

میں تمہیں دو تین صورتیں بتا دینی چاہتی ہوں جن سے یہ کیمیا گر لوگ اوٹتے ہیں۔ اول یاد رکہو یہ لوگ اکیلے نہیں ہوتے وہ تین ہوتے ہیں ایک لوگوں میں اس کے کمالات کی شہرت دیتا ہے اور لوگوں کو بہکا کر شاہ جی کے پاس لاتا ہے ایسے لوگ اٹھاؤ کہلاتے ہیں اور جب کوئی شکار ان کے ہاتھ لگتا ہے۔ تو اسے آسامی کہتے ہیں۔ شاہ جی کے پاس لا کر آسامی کی طرف سے بڑی عاجزی سے درخواست کی جاتی ہے کہ یہ بڑا غریب ہے مفلس ہے تنگ ہے تا کہ شاہ جی کو رحم آوے وہ پھر کہہ دیتے ہیں۔ اچھا کوئی ڈہواپیے منصوری پیسہ لاؤ۔ ایسے لوگ پیسہ لیکر تو جاتے ہی نہیں جھٹ وہی اٹھاؤ اپنی جیب سے ایک پیسہ نکال کر دیدیتا ہے اور وہ دراصل سونے کا ہوتا ہے اور تیل اور مٹی مل کر اس کا رنگ بدلا ہوا ہوتا ہے۔ بس شاہ جی اسی کے ہاتھ سے اسے چلم میں رکہواتے ہیں اور تمباکو ڈال کر دم لگا کے کہہ دیتے ہیں کہ گہرے جا کر کہولنا۔ اب وہ صاف سونا ہوتا ہے۔ کیونکہ جس قدر تیل اور مٹی اس پر لگی ہوئی تہی وہ چلم کی آگ سے جل جاتی ہے۔ اور وہ اسی پیسے چلم میں ڈال لیتے ہیں۔ لوگ اس سے دہوکہ میں آجاتے ہیں۔ پھر سونا بنوانے کے شوق میں سب کچھ لٹوا دیتے ہیں بعض چاندی کے زیور کو سونے کا بنا دینے کا دعوے کرتے ہیں اور زیور لیکر مٹی کے ایک برتن میں خود اسی کے ہاتھ سے ڈلوا کر ساتھ لے جا کر جنگل میں دبواتے ہیں اور اس کو کہہ دیتے ہیں کہ سو قدم کے فاصلہ پر جا کر تم فلان وظیفہ پڑہو اور تین دن کے بعد یہ برتن خود بخود تمہارے پاؤن کے پاس آجائیگا۔ اور اس عرصہ میں دوسرا شخص اسے نکال کر لے جاتا ہے اور کیمیا گر صاحب بہی موقعہ پاکر کہسک جاتے ہیں۔ تین دن رات کا وقفہ کافی ہوتا ہے۔ جب وہ وظیفہ ختم کر کے اپنی پاؤن نیچے کہودتا ہے تو وہان کچھ نہیں پاتا۔ اور اصل موقعہ پر جا کر دیکھتا ہے تو یا تو کچھ بہی نہیں ہوتا اور یا کنکر پر دن سے بہرا ہوا مٹکا ملتا ہے۔ اسے دیکھکر سوائے سر پیٹ

گھر بیٹھے رہنے کے کیا حاصل اس طرح پر مختلف طریقون سے یہ لوگ ٹھگتے ہیں اور دہوکا دیتے ہیں اور کبھی اپنا اعتبار جمانے کے لیے عجیب عجیب قسم کی کرامتیں دکھلاتے ہیں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ آجکل جو کھانڈ کی ٹکیہ نکلی ہیں ان کو منہ میں رکھ لیتے ہیں اور بھری مجلس میں پانی کا لوٹا منگوا کر پانی پینے کے بہانہ سے اس میں دو تین ٹکیان اپنے منہ سے ڈال دیتے ہیں جو فوراً حل ہو جاتی ہیں دوسرے لوگ جو تبرکاً اس پانی کو پیتے ہیں۔ تو میٹھا شربت پاکر حیران رہ جاتے ہیں اور پیر صاحب کی کرامت مشہور کر دیتے ہیں۔

اور بعض وقت یہ لوگ پوٹاسیم کی گولیون کو پانی میں ڈال کر آگ لگا دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس کا خاصہ ہے کہ جب پانی میں ڈالا جاوے تو بھڑک اٹھتا ہے اور اسی طرح میگنیشم وائر کو دیا سلائی سے جلا کر لوگون کو اپنا معتقد بنا کر خوب لوٹتے ہیں۔

اس قسم کے ہتھکنڈون سے بچنا چاہیے۔ عورتون کو یہ فرقہ اس قسم کے فقیرون اور ٹھگون کا خوب لوٹتا ہے۔ یہ باتین میں نے اس لیے بتائی ہیں کہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالےٰ ہی کو اپنا مشکل کشا سمجھو۔ ساری مصیبتون کو وہی ٹال سکتا ہے اور سارے سکھون کا وہی داتا ہے۔ اگر تم سچی مسلمان بن جاؤ تو پھر اس قسم کے پکھنڈون سے نجات پا جاؤ۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو لوگ دنیا کی ہدایت اور بھلائی کے لیے آتے ہیں جنکو نبی اور رسول کہتے ہیں یا جو ان کے نقش قدم پر چل کر ہدایت کرتے ہیں وہ دنیا کو اس قسم کی شرارتون سے بچا لیتے ہیں۔

ان کی تعلیم سراسر سچائی کی تعلیم ہوتی ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ایسی تعلیم دی یا اس طرح پر سکھایا۔ ہرگز نہیں نہ انہون نے اس قسم کے چلے کشیان کین۔ جو یہ سبز پوش فقیر کرتے پھرتے ہیں اور دنیا کو ٹھگتے ہیں؟ کبھی نہیں نہ آپ کی پاک جماعت نے ایسا کیا۔ یہ لوگ تو مخلوق کو خدا کے دروازے پر جھکاتے ہیں پس تم اگر بھلا چاہتی ہو۔ تو ان تمام باتون کو چھوڑ کر خدا کے دروازے کو مضبوط پکڑو۔ اور یہ بات تمہیں قرآن مجید کے پڑھنے سے معلوم ہوگی۔ دیکھو میں تمہارے ہی شہر کی ایک لڑکی ہون میرے حالات سے تم بہت سی واقف ہو کہ میں دین سے بے خبر اور ایک بد مزاج لڑکی تھی۔ مگر خدا تعالےٰ نے میری حالت کو بدل دیا اصل کیمیا تو یہ ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہے یہ تبدیلی کس طرح سے ہوتی ہے یہ خدا کے پیارے بھیجے ہوئے بندون کو قبول کرنے سے اور انکی تعلیم پر عمل کرنے سے نعمت ملتی ہے اس زمانے میں بھی خدا نے اپنا ایک پیارا بندہ

ہماری ہدایت کے لیئے بھیجا - وہی جسکو تم مہدی کہتے ہو اور سب مسلمان جسکا انتظار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مسیح آئیگا یہ وہی مہدی اور مسیح ہے وہ دو آدمی نہ تھے بلکہ ایک ہی آنیوالا تھا - اور اپنے کاموں کے لحاظ سے اس کے دو نام تھے یہ شخص میرا مرشد اور پیر ہے اس کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہے وہ قادیان ضلع گورداسپور میں ہوئے ہیں ان کی زندہ کرامت میں سے تم مجھے دیکھو کہ خدا تعالے نے مجھپر کتنا فضل کیا ہے میں جب سے ان کے سلسلہ میں داخل ہوئی ہون میں دیکھتی ہون کہ خدا تعالے نے مجھے نمازون میں ایک خاص ذوق عطا فرمایا اس سے پہلے نمازیں ٹکریں تھیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایک روح کی غذا ہے دعائیں کرنے کی عادت نہ تھی - مگر اب خدا تعالے کے آستانہ پر سر رکھکر جو مزا آتا ہے دنیا کی کسی نعمت میں نہیں ملتا اسلام کی حقیقت اب سمجھ میں آئی ہے خدا اور اس کے رسول پر اب ایمان پیدا ہوا ہے - یہ دنیا کی عادت ہے کہ جب ایسے لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں تو ان کی مخالفت کی جاتی ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود کی مخالفت کی گئی - ان ملانوں نے کفر کے فتوے دے مگر تم دیکھ لو کہ جو کام وہ بتاتے ہیں کیا وہ کفر کے ہیں یا یہی اسلام یہی ہے -

میری بہنو! اور بزرگ بی بیو - یاد رکھو جو خدا تعالے کے ماموروں کا انکار کرتا ہے وہ کبھی سکھ نہیں پا سکتا - ابلیس نے کیا کیا تھا جو آج لوگ اس کے نام پر لعنت بھیجتے ہیں - خدا کے ایک مامور آدم کا انکار کیا - زمانہ گذر گیا مگر اب تک ابلیس پر لعنت ہوتی ہے - نمرود نے کیا کیا تھا جو کوئی اپنی اولاد کا نام نمرود نہیں رکھتا - باوجود اس کے کہ وہ بڑا بادشاہ تھا مگر لوگ اس سے بیزار ہیں اس واسطے کہ ابراہیم علیہ السلام کا انکار کیا اور ان کو دکھ دینا چاہا - فرعون کو برا کیوں کہتے ہیں - اس واسطے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا - یہودیوں کو کیوں کوستے ہو اس واسطے کہ انہوں نے حضرت مسیح کا مقابلہ کیا - ابو جہل کا نام کیوں بدنام ہے کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا - پھر یزید تو بادشاہ تھا مسلمان بھی تھا - مگر کیوں لوگ اس کو گالیاں دیتے ہیں اور اپنی اولاد کا نام یزید نہیں رکھتے اس واسطے کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا - اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ راستبازوں کا مقابلہ دنیا میں ہمیشہ کی ذلت کا موجب ہو جاتا ہے اب بھی خدا کی طرف سے ایک راستباز آیا - اور اس نے خدا کا کلام ہمیں سنایا - مگر جو اس کی مخالفت کرتے ہیں کیا وہ سکھ پالیں گے ؟ ہرگز نہیں - رہی یہ بات کہ ہم کیونکر سمجھیں کہ سچا ہے یہ بات بھی آسان ہے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو راستباز یقین کیا ہے اسی طرح سے اس کو پرکھ لو - اور آسان

بات یہ ہے کہ تم اسے قبول کرو اور پھر اللہ تعالےٰ یقین کے دروازے خود کھول دیگا۔

میں تمہیں اپنے تجربہ اور علم سے کہتی ہون کہ وہ خدا کا مرسل اور اسی زمانہ میں آنیوالا مہدی ہے جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ یہ وہی مسیح موعود ہے جس کے لیے بڑے بڑے بزرگ انتظار کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے جو نشان بتائے تھے وہ سب پورے ہو گئے۔ دیکھو سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگ چکا عیسائیون کی کثرت ہو گئی اسلام کے خلاف انہون نے بہت کتابیں لکھکر شایع کین اور جگہ جگہ ان کے مشن قایم ہیں۔ ملک میں طاعون پھیل گیا۔ اس عذاب الہی سے نجات نہیں ہو سکتی۔ جب تک لوگ اپنے اندر ایک نیک تبدیلی نہ کرین بس مین نے تمہیں ایک سچائی کا پیغام پہونچا دیا ہے۔

فرقہ مستورات کی حالت بہت نازک ہے عقیدہ ان کے درست نہیں اعمال ان کے قابل اصلاح ہیں اور سب سے بڑھ کر ان میں جہالت ہے اور وہ دین سے بیخبر ہیں میں نے خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے ارادہ کیا ہے۔ کہ اپنی بہنون کی بھلائی کے لیے یہان قرآن مجید کا درس شروع کرون۔ آپ میں سے جنکو توفیق ملے وہ اس میں شامل ہوا کرین۔ میں اب اپنی تقریر کو ختم کرتی ہون کہ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم اس کی رضا کی راہون کو پاسکیں اور اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرین جو اس کو پسند ہو۔

اور ہم اس کے پیارے اور برگزیدہ بندے مسیح موعود کے انکار کرنے والون میں نہ ہون اور ہر قسم کی جہالتون اور ظلمتوں سے نجات دے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

سلیمہ کے اس لیکچر سے شہر میں جو چرچا ہوا۔ وہ ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں۔

سکینہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ ایسا نہیں تھا جس کا ہر جگہ ذکر نہ ہو۔ سکینہ اب سلیمہ کے پاس ہے اور عیسائی صاحبان اپنی اس ناکامی کے لیے پیچ و تاب کھا رہے ہیں ان کی تجویزون اور تدبیرون کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور سکینہ اور سلیمہ کو اس سلسلے میں کیا ابتلا پیش آئے۔ جو پھر کبھی سنائیں گے

وباللہ التوفیق

اٹھوان باب

مولوی سلیم اللہ صاحب احمدی سلسلے میں

صد الحمد لگی آج ٹھکانے محنت میری * طے ہوئی آج کی منزل میں مشقت میری۔

ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ مولوی سلیم اللہ صاحب جو سلیمہ کے شوہر ہیں ابھی تک سلسلہ احمدیہ میں داخل نہ ہوئے تھے۔ اگرچہ وہ متعصب اعتراض کرنے والے اور شدید مخالف نہ تھے مگر انہیں احمدیت کے متعلق پورے طور پر تسلی نہیں ہوئی تھی یہ بھی ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ سلیمہ کی طبیعت میں جوش اور تیزی تھی۔

اور اس وجہ سے مولوی سلیم اللہ صاحب بعض اوقات سلیمہ کی اس عادت سے تکلیف بھی اٹھاتے تھے۔ لیکن جب سلیمہ نے احمدیت کو قبول کیا۔ تو اس کی بھی کایا پلٹ گئی۔ وہ سلیمہ پہلی سلیمہ ہی نہ تھی۔ اپنے شوہر مولوی سلیم اللہ صاحب کی ایسی مطیع و فرمانبردار کہ مولوی صاحب کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ تبدیلی کس طرح واقع ہوئی۔ سلیمہ نمازون کی پابند اور تہجد گذار تھی قرآن مجید کی روزانہ تلاوت اور سارا دن دینی شغل میں مصروف رہنا اس کا کام تھا۔ مولوی سلیم اللہ صاحب سے بھی سلسلہ کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی ہے آخر مولوی سلیم اللہ صاحب نے سلیمہ کے حالات میں اس غیر معمولی تبدیلی کو خصوصیت سے محسوس کیا۔ اور ادہر انہوں نے دیکھا کہ علماء سے مباحثہ کرنے میں سلیمہ نے جس جرأت اور قوت کا اظہار کیا۔ وہ ایسی بات نہ تھی کہ ان کے دل پر اثر کئے بغیر رہتی ان باتون نے مولوی صاحب کو بہت کچھ سلسلہ کی طرف مایل کر دیا تھا اور وہ حضرت اقدس مرزا احمد صاحب

مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑہنے میں مصروف تھے۔

اسی سلسلہ میں پادریوں کے ساتھ مباحثہ کی تقریب نکل آئی۔ اور سلیمہ کی عزت اور شہرت نے خاص رنگ اختیار کرلیا۔ مخالفین کے گہروں میں مستورات سلیمہ کی عزت کرتی تہیں۔ اور پہر جو سکینہ سلیمہ کے سبب سے مسلمان ہو گئی۔ تو اس کا اثر اور رعب علمی اور دینی حیثیت میں بہت بڑہ گیا۔ ان تمام امور نے یکجائی طور پر مولوی سلیم اللہ صاحب کے قلب سلیم پر ایک گہرا اثر پیدا کیا۔ سلیمہ یوں بہی قریباً ہر روز مولوی صاحب سے اس مسئلہ پر گفتگو کرتی رہتی تہی۔ مگر جب مولوی صاحب نے دیکہا کہ اس سلسلہ کے قبول کرنے سے علمی حالت میں ایسی اصلاح اور تبدیلی ممکن ہے۔ جو سلیمہ نے کی۔ اور خدا تعالےٰ کی تائیدات اس سلسلہ کے امیوں کے ساتھ اس قسم کی ہیں کہ ایک عورت بڑے بڑے پادری اس کے مقابل میں خاموش ہو جاتے ہیں اور قرآن مجید کے حقایق اور معارف کو جس طرح پر ایک احمدی بیان کر سکتا ہے دوسروں کو وہ بات نصیب نہیں اور پہر اسلامی غیرت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کے اظہار کے لیئے جو جوش اور حوصلہ ان لوگوں کو دیا گیا ہے۔ دوسرے مسلمانوں میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ تو اس کے حق ہونے میں کیا شبہ ہے اپنے گہر میں مولوی سلیم اللہ صاحب کو ان باتوں کے کہنے اور جانچنے کا خوب موقعہ ملا۔ کفر نامہ کی کتابیں بہی مولوی سلیم اللہ صاحب کے پاس تہیں اور وہ ان الزامات کو بہی سنتے اور پڑہتے تھے۔ جو مخالف الرائے علمائے حضرت اقدس مسیح موعود اور انکی جماعت پر لگاتے تہے ان تمام امور پر نہایت نیک نیتی اور انصاف سے انہوں نے غور کیا اور دیکہا تو معلوم ہوا۔ کہ جو بہی کچھ ان کے خلاف کہا جاتا ہے بے حقیقت ہے۔ اور عداوت کا رنگ رکہتا ہے۔ ورنہ خود مولوی حسین صاحب بٹالوی جس نے فتوی تکفیر تیار کرایا اپنی کتاب اشاعۃ السنہ میں لکہہ چکا تہا۔

کہ "اسلام کی مالی جانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے کہ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے"

ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے جس

بین جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصًا فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو
اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و
لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس
کا تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی دکھادیا ہو اب اس کی مخالفت حق پر
نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی تہ میں بعض اغراض اور حسد وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ پھر مولوی سلیم اللہ صاحب دیکھتے
تھے کہ یہ سلسلہ باوجود ہر قسم کی مخالفت اور عداوت کے دن بدن ترقی کر رہا ہے اگر اللہ تعالےٰ کی تائید
ساتھ نہ ہو تو اس قسم کی مخالفت میں یہ پودا سرسبز نہیں ہو سکتا ہے یہ باتیں تھیں جو مولوی صاحب کے
دل پر اثر ڈالتی تھیں۔ تاہم وہ بعض اوقات پھر اظہار قبول حق سے رک جاتے۔ آخر ایک دن سلیمہ نے کہا۔

سلیمہ! مولوی صاحب! آپ جانتے ہیں موت کے وقت کا ہم کو علم نہیں دیا گیا
اور ہر گھڑی اور ہر سانس ہمیں موت کے قریب کر رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں حکم ہے۔ لا
تموتن الا وانتم مسلمون۔ تم کو موت ایسی حالت میں آوے کہ تم مسلمان ہو۔ پس جب
وقت معلوم نہیں۔ تو ہر وقت ہی مسلمان رہنا چاہئیے ایک شخص جو خدا کے مامور اور مرسل کا انکار کرے
وہ مسلمان کس طرح رہ سکتا ہے۔ تردوات میں پڑنے سے انسانی اوہام ترقی کرتے ہیں حسن ظن سے جب
آدمی صداقت کو قبول کرتا ہے تو خدا تعالےٰ پھر اس کے اطمینان کے لیے بیسوں نشان اسے دکھا دیتا ہے آپ کو زیادہ
اس معاملہ میں توقف نہیں کرنا چاہیے اگر آپ کو کوئی شکوک ہیں تو آپ پیش کریں۔ نہیں تو حضرت صاحب کی بیعت
کر لینی چاہیے ایسا نہ ہو آپ کو ایسی حالت میں موت آجاوے جو جاہلیت کی موت ہو آپ تو بڑے عالم ہیں کیا آپ
کو معلوم نہیں کہ جو شخص امام وقت کو شناخت نہ کرے وہ جہالت کی موت مرتا ہے جو کفر کی موت ہے پھر کیا آپ چاہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپکا خاتمہ کفر پر ہو

مولوی صاحب مجھے کچھ بہت تردد تو ہے نہیں دراصل مجھ پر حق تو کھل چکا ہے مگر اپنی کمزور طبیعت سے ڈرتا ہوں مخالفت بہت ہوگی

سلیمہ۔ ان مخالفتوں سے ڈرنا نہیں چاہئے میں نے عورت ذات ہو کر پروا نہیں کی تم مرد ہو کر ڈرتے ہو۔ ایسی مردانگی
پر افسوس ہے ڈر خدا کا ہونا چاہیئے اپ ایک مامور کا انکار کرنے کے لئے خدا سے تو ڈرتے نہیں اور عاجز مخلوق سے ڈرتے ہو کیا خوب

مولوی صاحب۔ بہت اچھا تم گواہ رہو کہ میں حضرت مرزا صاحب کی رسالت اور مہدویت پر ایمان لایا آج سے میں آپکے سلسلہ میں داخل ہوتا ہوں

سلیمہ۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ۔ فوراً سجدہ میں گر پڑی اور دیر تک سجدہ کرکے انہیں کہا کہ آج ہی حضرت کی خدمت میں اپنی
بیعت کا خط لکھدو۔ مولوی سلیم اللہ صاحب بھی اس سلسلہ میں داخل ہو گئے یہ سب نتیجہ تھا اس پاک تبدیلی کا جو سلیمہ نے اس سلسلہ میں داخل

احمدی خاتون

یہ امر آپ سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ہمارے گھروں کی اصلاح کا بڑا دار و مدار عورتوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت پر ہے ہماری آئندہ نسلوں کا پہلا مدرسہ ہمارا گھر ہوتا ہے لیکن مستورات میں بیداری اور دینی تعلیم کا مذاق جسقدر کم ہے۔ وہ ایک کھلی ہوئی بات ہے اس وقت تک بھی ان میں اس مذاق کے پیدا کرنے کی طرف بہت ہی کم توجہ کی گئی ہے۔ الحکم میں پچھلے دنوں یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ مستورات میں تعلیمی اور دینی مذاق پیدا کرنے کے لئے ایک مخصوص رسالہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کو مد نظر رکھ کر **احمدی خاتون** کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے متعلق اس وقت کچھ کہنا قبل از وقت ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل نے قوم کو اس رسالہ کی سرپرستی اور اعانت کی توفیق دی تو انشاء اللہ وہ دیکھ لیں گے۔ کہ ان کے چند پیسے ضائع نہیں ہوئے۔ یہ رسالہ ماہوار ۴۰ صفحوں کا ہوتا ہے اور بالکل احمدی خاتون کے نکتہ خیال سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا اب اس کی تیسری جلد شروع ہے اور حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تو چاہتے ہیں کہ یہ رسالہ جاری رہے۔ بلکہ کامیابی کے ساتھ جاری رہے۔ آپ ہر طرح اس کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ پس اس رسالہ کی ضرورت کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی۔ میں یہ یقین کر کے کہ آپ اگر کسی اور وجہ سے کہ حضرت خلیفہ ثانی اس کے سرپرست اور موید ہیں۔ اس رسالہ کی خریداری منظور کریں گے۔ اور اس رسالہ کی اشاعت کے کام میں میرے مددگار رہیں گے۔ اور مستورات میں کو اس کو پھیلائیں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کا حامی ہو۔ اور تعاون علی البر کی توفیق دے۔ **آمین**

قیمت درجہ اول صہ

قیمت درجہ دوم عا سہ

خاکسار شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم و منیجر رسالہ احمدی خاتون
(قادیان - دار الامان)

مریضوں کیلئے خوشخبری

اشتہاری طبیبوں کی طرح یہ اشتہار نہیں اور نہ اس سے محض دوافروشی مقصد ہے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے وقت میں لوگوں کو جہاں ان کی ذات سے روحانی بیماریوں کے لئے مفید مشورے ملتے تھے جسمانی دکھوں اور عوارض کے لئے بھی لوگ دور دور سے ان کے پاس آتے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور اکثر بذریعہ خط و کتابت بھی علاج کراتے مولوی صاحب قبلہ کی وفات کے بعد عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شائد طبی مشورہ کے لئے قادیان میں ان کا کوئی قائمقام نہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ حضرت مولوی صاحب کے بعض شاگرد اپنے اپنے طور پر کامیابی سے مطب کرتے ہیں ان کے علاوہ **حضرت مولانا مولوی عبید اللہ** صاحب جو ایک تجربہ کار اور ذی علم **طبیب** ہیں۔ اور ریاست رامپور میں ایک عرصہ تک اپنے فیوض سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب کی وفات کے بعد مستقل طور پر قادیان آگئے ہیں۔ اور قادیان اور اردگرد کے لوگ خدا کے فضل سے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ میں نے بیرونی احباب کے فائدہ کے لئے جو کسی قسم کا **طبی مشورہ** چاہتے ہوں۔ یہ انتظام کیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمام حالات مرض مفصل لکھ کر بھیجدیں۔ ان کے مناسب حال علاج مولوی صاحب موصوف سے تجویز کرا کر نسخہ طیار کر کے مناسب قیمت پر بذریعہ وی۔ پی بھیجدیا جائیگا۔ نسخہ مولوی صاحب کی زیر نگرانی طیار ہوگا۔ اور اجزائے نسخہ نہایت احتیاط سے ڈالے جائیں گے۔ جو لوگ کسی بیماری میں مبتلا ہوں وہ مجھ سے خط و کتابت کریں ؛

المشتہر: خاکسار ابراہیم علی تلمیذ مولانا مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسمل قادیان

نوٹ ا۔ حضرت حکیم الامتہ خلیفہ اوّل کے تمام نسخہ جات طیار شدہ میری معرفت مل سکتے ہیں اور ان کی طبی بیاض بھی یہاں سے ملیگی ؛ حصہ اول۔ دوم۔ سوم ؛